ماہنامہ
احمدیہ گزٹ کینیڈا

فروری 2019ء

”تم لوگوں کے ساتھ
ملاطفت کے ساتھ
کلام کیا کرو“

(سورۃ البقرۃ: ۸۴، از تفسیر صغیر)

”تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“

(مجموعہ اشتہارات، جلد اول، صفحہ ۳۰۱)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ماہنامہ احمدیہ گزٹ کینیڈا

جماعت احمدیہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی اور دینی مجلّہ

فروری 2019ء جلد نمبر 48 شمارہ 2

فہرست مضامین

☆	قرآن مجید	2
☆	حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	2
☆	پیش گوئی مصلح موعود	3
☆	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطباتِ جمعہ کے خلاصہ جات	4
☆	حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ از مکرم مولانا ارجمند خاں صاحب مرحوم	8
☆	پاکستان کے حکمرانوں، سیاستدانوں، اہل فکر و دانش اور عوام کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے بعض انتباہ	11
☆	سیرت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند درخشندہ خصوصیات از مکرم مولانا اخلاق احمد انجم صاحب	17
☆	بیرسٹر چوہدری اعتزاز احسن کے ایک انٹرویو پر تبصرہ از مکرم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب	22
☆	قادیان سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور افراد جماعت کی ہجرت اور قیام ربوہ از مکرم خواجہ محمد افضل بٹ صاحب	23
☆	احمدیوں سے پاکستان کی شان از مکرم جمیل احمد بٹ صاحب	27
☆	شام سے تعلق رکھنے والے صالح مخلص، شریف النفس اور کینیڈا کے فدائی احمدی مکرم نادر الحصنی صاحب کا ذکرِ خیر	32
☆	بعض دیگر مضامین، منظوم کلام اور اعلانات	35

نگران

ملک لال خاں
امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیر اعلیٰ

مولانا ہادی علی چوہدری
نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیران

ہدایت اللہ ہادی اور عثمان شاہد

معاون مدیران

حافظ رانا منظور احمد اور شفیق اللہ

نمائندہ خصوصی

محمد اکرم یوسف

معاونین

مسعود ناصر، فوزیہ بٹ، غلام احمد عابد

تزئین و زیبائش

شفیق اللہ

مینیجر

مبشر احمد خالد

رابطہ

editor@ahmadiyyagazette.ca
Tel: 905-303-4000 ext. 2241
www.ahmadiyyagazette.ca

قرآن مجید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

لَآ اُقۡسِمُ بِھٰذَا الۡبَلَدِ○	خبردار میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں۔
وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِھٰذَاالۡبَلَدِ○	جب کہ تو اس شہر میں (ایک دن) اُترنے والا ہے۔
وَوَالِدٍوَّمَاوَلَدَ○	اور باپ کی اور جو اس نے اولاد پیدا کی۔
لَقَدۡخَلَقۡنَا الانسَانَ فِیۡ کَبَدٍ○	یقیناً ہم نے انسان کو ایک مسلسل محنت میں (رہنے کے لئے) پیدا کیا ہے۔

(سورۃ البلد 5-2:90)

حدیث النبی ﷺ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ وَیَمْکُثُ خَمْسًا وَّ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِی بَکْرٍ وَ عُمَرَ۔

(مشکوٰۃ۔ باب نزول عیسیٰ بن مریمؑ،الفصل الثالث)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم جانبِ زمین نازل ہوگا اور وہ شادی کرے گا اور اس کے ہاں اولاد ہوگی۔ وہ زمین پر 45 سال رہے گا پھر جب وہ وفات پائے گا تو میری قبر میں میرے ساتھ دفن ہوگا۔ پھر مَیں اور عیسیٰ بن مریم، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان ایک ہی قبر سے اٹھیں گے۔

حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ قَدْ أَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ أَنَّ الْمَسِیحَ الْمَوْعُوْدَ یَتزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ فَفِی ھٰذَا أِشَارَۃٌ أِلیٰ أَنَّ اللّٰہَ یُعْطِیْہِ وَلَدًا صَالِحًا یُشَابِہ أَبَاہُ وَلَا یَأْبَاہُ وَیَکُوْنُ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ الْمُکْرَمِیْنَ۔ (آئینۂ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن، جلد5، صفحہ 578)

کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر دی تھی کہ مسیحِ موعودؑ یقیناً شادی کرے گا اور اس کے ہاں اولاد ہوگی۔ دراصل اس میں اشارہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے یقیناً ایسا صالح بیٹا عطا فرمائے گا جو اپنے باپ کے مشابہ ہوگا اور اس کے خلاف نہیں ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزّز بندوں میں سے ہوگا۔

نیز فرمایا:

فِیْہِ أِشَارَۃٌ أِلیٰ أَنَّہٗ یُوْلَدُ وَلَدٌ صَالِحٌ یُضَاھِی کَمَالَاتِہٖ۔ (تحفۂ بغداد۔ روحانی خزائن، جلد7، صفحہ 209)

کہ اس (پیشگوئی) میں یہ اشارہ ہے کہ اس (مسیح موعود) کے ہاں ایک ایسا صالح بیٹا پیدا ہوگا جو اس کی مشابہت میں اس کے کمالات کا حامل ہوگا۔

ارشادات سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

پیش گوئی مصلح موعود

سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار شائع کیا اور اس میں ”مصلح موعود“ کے بارہ میں ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

” بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ و عزاسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفی ﷺ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظھر الاول و الآخر ۔ مظھر الحق و العلاء کان اللہ نزل من السماء ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ و کان امراً مقضیاً ۔ “

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد اوّل، صفحہ 100-102)

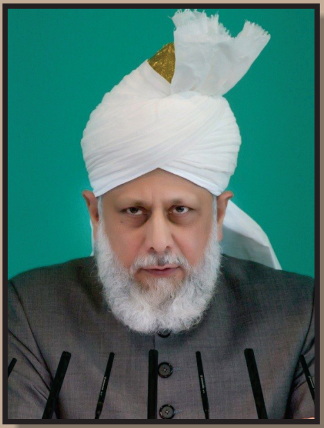

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادفرمودہ خطباتِ جمعہ کے خلاصہ جات

خطبہ جمعہ فرمودہ 09/نومبر 2018ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد، تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ البقرۃ کی آیات کریمہ 263 تا 271 کی تلاوت کی جن میں مالی قربانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان آیات کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے بیج کی طرح ہے جو سات بالیں اگاتا ہو۔ ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے (اس سے بھی) بہت بڑھا کر دیتا ہے۔ اور اللہ وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

وہ لوگ جو اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر جو وہ خرچ کرتے ہیں اس کا احسان جتاتے ہوئے یا تکلیف دیتے ہوئے پیچھا نہیں کرتے، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔

اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے اموال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے نفوس میں سے بعض کو ثبات دینے کے لئے خرچ کرتے ہیں، ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو اور اسے تیز بارش پہنچے تو وہ بڑھ چڑھ کر اپنا پھل لائے، اور اگر اسے تیز بارش نہ پہنچے تو شبنم ہی بہت ہو۔ اور اللہ اس پر جو تم کرتے ہو گہری نظر رکھنے والا ہے۔

شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے اور تمہیں فحشا کا حکم دیتا ہے۔ جب کہ اللہ تمہارے ساتھ اپنی جناب سے بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ وسعتیں عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

وہ جسے چاہے حکمت عطا کرتا ہے۔ اور جو بھی حکمت دیا جائے تو یقیناً وہ خیرِ کثیر دیا گیا۔ اور عقل والوں کے سوا کوئی نصیحت نہیں پکڑتا۔

اور جو بھی تم قابلِ خرچ چیزوں میں سے خرچ کرو یا منتوں میں سے کوئی منت مانو تو یقیناً اللہ اسے جانتا ہے اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ میں جو بار بار تاکید کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو یہ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے۔ اسلام دوسرے مذاہب کے حملوں کا نشانہ بن رہا ہے تو کیا یہ ہمارا فرض نہیں کہ اس مقصد کے لئے بھرپور کوشش کریں۔ یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو شخص اس غرض کے لئے قربانی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑھا کر دے گا۔

حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسی جماعت عطا فرمائی جو بہت قربانیاں کرنے والی تھی اور حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ بے شک اکثر غربا ہیں لیکن ان میں اخلاص ہے اور وہ اسلام کی خاطر قربانی کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت قربانی کرنے والے عطا فرمائے اور آج تک آپ کے سلسلہ کو ایسے لوگ عطا کر رہا ہے جو اپنی طاقت کے مطابق قربانی کرتے ہیں اور بعض تو اپنی طاقت سے بھی بڑھ کر کرتے ہیں۔ اور یہ معیار اور یہ قربانیاں آج صرف جماعت احمدیہ میں ہی نظر آتے ہیں۔

☆ کیمرون کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ہم ایک گاؤں میں چندہ تحریکِ جدید کے لئے گئے۔ وہاں کے چیف نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور سب کو قربانی کرنے کے لئے کہا اور ان کو بتایا کہ آج سے دو سال قبل چند لوگ میرے ساتھ نماز پڑھتے تھے لیکن جب سے ہم جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں اب کثرت سے لوگ مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اور بعض اوقات جگہ کم پڑ جاتی ہے۔ یہ فرق جو ہم نے دیکھا ہے یہ صرف جماعت احمدیہ کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے۔

☆ گیمبیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک گاؤں میں تحریکِ جدید کے لحاظ سے پروگرام منعقد کیا گیا اور وہاں ان کو بتایا کہ خلیفۂ وقت نے ہدایت فرمائی ہے کہ تمام نو مبائع اس میں شامل ہوں۔ وہاں ایک نو مبائع عورت بیٹھی تھیں جنہوں نے 20 دلاسی چندہ میں دئے۔ انہوں نے یہ رقم اپنے مشکل وقت کے لئے اکٹھی کر رکھی تھی۔ اگلے دن انہیں ان کے ایک رشتہ دار نے 500 دلاسی دئے۔ وہ خاتون واپس آئیں اور مزید 50 دلاسی چندہ میں دئے اور کہا کہ یہ صرف میری قربانی تھی جس کے باعث 500 دلاسی مجھے ملے ہیں اور اب میں مزید رقم اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے رہی ہوں۔

☆ انڈیا سے انسپکٹر تحریکِ جدید لکھتے ہیں کہ ایک غریب خاتون نے کہا کہ میں نے چھوٹی عمر میں علما سے سنا تھا کہ جب تحریکِ جدید کو شروع کیا گیا تو بہت سی خواتین نے اپنا زیور حضورؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ ہمیشہ میری بھی خواہش تھی کہ میں اپنا زیور قربان کروں۔ اب مجھے اپنی والدہ سے دو تولہ سونا ملا ہے اور میں اسے تحریکِ جدید کے لئے دینا چاہتی ہوں۔ ان کو سمجھایا گیا کہ آپ کی ابھی شادی ہونی ہے اس لئے آپ یہ سارا زیور چندہ میں نہ دیں۔ لیکن انہوں نے اصرار کیا اور دو تولہ سونا تحریک جدید کے چندہ میں دے دیا۔

☆ ماسکو کے مبلغ صاحب کہتے ہیں کہ ایک شخص نے 2017ء میں احمدیت قبول کی۔ وہ اس سال ممبرانِ جماعت سے ملنے کے لئے آئے۔ وہ ایک غریب شخص ہیں۔ انہیں جماعت کے نظام کے متعلق بتایا گیا اور مالی قربانی کے لئے بھی کہا گیا۔ ان کی مالی حالت کے مطابق میں نے خیال کیا کہ اگر وہ 50 روبل دے دیں تو بڑی قربانی ہے۔ اگلی صبح انہوں نے 2,000 روبل چندہ میں دیا اور افسوس کا اظہار کیا کہ مجھے احمدی ہوئے ایک سال ہو گیا ہے لیکن میں نے اب تک چندہ ادا نہ کیا تھا۔ یہ ان کے لئے ایک بہت بڑی قربانی تھی۔

☆ انڈونیشیا کی ایک خاتون کہتی ہیں کہ گزشتہ رمضان میں

ہمارا خاندان ایک مشکل میں تھا۔ میرے سسر ہسپتال میں تشویش ناک حالت میں تھے۔ سارے خاندان نے مل کر فیصلہ کیا کہ ہم نے اس ماہ میں چندہ تحریکِ جدید ادا کیا اور دعا کے لئے بھی لکھا۔ میرے سسر کچھ ہی دیر بعد ٹھیک ہوگئے۔ جب ہمارے ہمسایوں کو پتہ چلا تو وہ حیران ہوگئے کہ کس طرح اتنی خطرناک حالت سے اتنا جلد نکل کر وہ صحتیاب ہوگئے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا اب میں تحریکِ جدید کے 85 سال کا اعلان کرتا ہوں۔ پچھلے سال کی رپورٹ کا خلاصہ اس طرح ہے۔ اس سال کل 16.79 ملین پاؤنڈ تحریکِ جدید میں اکٹھے کئے گئے جو پچھلے سال کی نسبت دو لاکھ پاؤنڈ زیادہ ہے۔ کل شاملین کی تعداد اس سال 17 لاکھ 17 ہزار ہے جو پچھلے سال سے ایک لاکھ 17 ہزار زیادہ ہے۔ پاکستان کے بعد دنیا کے سات بڑے ممالک قربانی کے لحاظ سے یہ ہیں: جرمنی، برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، بھارت، آسٹریلیا اور پھر مشرقِ وسطیٰ کی ایک جماعت ہے۔

کینیڈا کی امارتوں میں قربانی کے لحاظ سے فہرست یہ ہے: برامپٹن، وان، پیس ویلج، کیلگری، وینکوور، ویسٹن اور مسی ساگا۔

کینیڈا کی جماعتوں کے لحاظ سے فہرست یہ ہے: ایڈمنٹن ویسٹ، ڈرہم، ہملٹن ساؤتھ، براڈفورڈ، سیسکاٹون نارتھ

اللہ تعالیٰ ان سب قربانی کرنے والوں کے اموال ونفوس میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

خطبہ جمعہ فرمودہ 16 نومبر 2018ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میرے حالیہ دورۂ امریکہ اور گوائٹے مالا کے دوروں کے دوران اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے مثبت نتائج ظاہر ہوئے ہیں۔ باہر کے لوگوں کے لحاظ سے بھی اور جماعتی حالات کے متعلق بھی مجھے بہت علم ہو جاتا ہے۔ ایک تو سوسائٹی کے با اثر لوگوں سے رابطے کا موقع ملتا ہے، پھر لوکل پریس کے ذریعہ اسلام کا حقیقی پیغام لوگوں تک پہنچانے کا موقع ملتا ہے۔ اور لوکل احمدیوں سے ملنے کا موقع ملتا ہے اور اس سے ان کے ایمان اور باہمی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خلیفۂ وقت سے ملنے اور براہِ راست سننے سے ایک غیر معمولی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔

امریکہ کے سفر کے دوران اللہ تعالیٰ کے فضل سے تین مساجد کے افتتاح کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ ان مساجد کو ہمیشہ عبادت کرنے والوں سے بھرا رکھے اور وہاں کے لوگوں کے ایمان و اخلاص کو بڑھاتا چلا جائے۔ بچوں اور نوجوانوں کو بھی خلافت سے ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ باہر کے ممالک سے اسائلم پر آئے ہوئے بہت سے احمدیوں سے بھی ملاقاتیں ہوئیں اور بہت جذباتی رنگ میں مجھ سے ملے۔ اللہ تعالیٰ ان میں یہ احساس ہمیشہ قائم رکھے کہ امریکہ آنے کے بعد بھی وہ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے ہوں۔

امریکہ کے سیاسی اور سماجی لیڈر اچھی بات کو سن کر سراہنے والے ہیں۔ اکثر کو اسلام کا حقیقی پیغام نہیں پہنچا۔ اور جو جماعت سے رابطے میں ہیں ان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اسلام ہی دنیا کا حل ہے اور امن و سلامتی قائم کرنے والا ہے۔ معاشرتی مسائل کو بھی اسلامی تعلیم حل کرنے والی ہے۔ بعض غیر از جماعت مسلمان اس بات کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ اسلامی تعلیم کو جس طور سے آپ پیش کرتے ہیں وہ نہایت ہی خوبصورت ہے۔

فلاڈلفیا کی مسجد بیت العافیت کے افتتاح کے دوران ایک کانگرس مین نے کہا کہ ہم آپ کے امن کے پیغام کا یہاں استقبال کرتے ہیں۔ بعض امریکی شہریوں کی طرف سے حال میں اسلام کی طرف نفرت کا اظہار کیا گیا ہے لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اکثریت ایسی چیزوں سے دور ہے۔ آپ کا امن قائم کرنے والا پیغام نہایت شاندار ہے۔

☆ فلاڈلفیا کے میئر نے کہا کہ مذہبی آزادی اس شہر کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر کام کریں اور دنیا کو بتائیں کہ ہم امن کے ساتھ رہ سکتے ہیں اور اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ حقیقی اسلام کی تعلیم ہے جسے دوسرے اپنا رہے ہیں اور مسلمان اس سے دور جا رہے ہیں۔

☆ ایک افریقن امریکن نومسلم نے کہا کہ اس مسجد نے یہاں کا ماحول پوری طرح بدل دیا ہے۔ آپ کا پیغام میرے دل کو لگا ہے۔ ☆ ایک اور خاتون نے کہا کہ جو پیغام آپ نے دیا ہے اس سے ہم اسلام کا غلط تاثر دور کر سکتے ہیں۔

☆ ایک خاتون نے کہا کہ آپ نے جو یہ کہا کہ ہم آپ کے آنسو پونچھیں گے کتنے لوگ ہیں جو یہ کہہ سکتے ہیں۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ میں نے اسلام کی یہ تعلیم ان کے سامنے پیش کی تھی کہ ہم یہاں کے غربا کا ہمیشہ خیال کریں گے۔

پھر بالٹی مور کی مسجد بیت الصمد کا بھی افتتاح ہوا جو ایک چرچ تھا اور اسے تبدیل کر کے مسجد کی شکل دی گئی ہے۔

☆ بالٹی مور کی میئر مسجد کی افتتاحی تقریب میں آئی تھیں اور انہوں نے کہا کہ آپ کے امن کے پیغام کی ضرورت نہ صرف ہمارے شہر، ہماری سٹیٹ، ہمارے ملک امریکہ بلکہ ساری دنیا کو اس کی ضرورت ہے۔ اسی طور سے ہم اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں۔

☆ ایک پادری Father Joe نے کہا کہ میں آپ کی ہر بات سے اتفاق کرتا ہوں کیونکہ مجھے بالٹی مور کی احمدیہ مسجد جانے کا بہت دفعہ موقع ملا ہے اور میں نے عملی طور پر یہ حسین تعلیم احمدیوں میں دیکھی ہے۔

☆ ایک افریقن خاتون نے کہا کہ ہمارے ملک میں سفید اور سیاہ فام لوگوں میں بہت تفریق پائی جاتی ہے اور آپ نے جو ہمسایوں کے لحاظ سے اسلام کی تعلیم پیش کی ہے، وہ نہایت خوبصورت ہے اور اس سے ہم اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں۔

☆ پھر ورجینیا کی مسجد مسرور کا افتتاح ہوا۔ یہ بھی ایک چرچ تھا جس کو خرید کر مسجد کی شکل دی گئی ہے۔

☆ ایک لوکل سیاستدان نے کہا کہ آپ کا پیغام محبت اور اتحاد کا تھا۔ آپ نے کہا کہ دوسروں کو اپنے پر فضیلت دے کر خدمت کرو۔ ایسا پیغام روحانیت سے پُر ہے۔

☆ ایک مہمان ایلکس کیسے Alex Keiseh کہتے ہیں کہ میں ہولوکاسٹ سروائیور ہوں مجھے آپ کا یہ پیغام بہت پسند آیا کہ نفرت کو ہم نفرت سے ختم نہیں کر سکتے۔ نفرت کو ختم کرنے کے لئے محبت کے جہاد کی ضرورت ہے۔ میڈیا ایک چھوٹے سے نفرت انگیز گروپ کو بڑھا چڑھا کر مسلمانوں کے خلاف پیش کر رہا ہے۔ ایسا کرنا نہایت ہی غلط ہے۔

پھر گوئٹے مالا میں ناصر ہسپتال کے افتتاح کا موقع ملا۔ وہاں ائرپورٹ پر ایک کانگرس ویمن آئی تھیں اور انہوں نے جماعت کی کوششوں کو بہت سراہا۔

☆ پیراگوئے کے ایک سیاستدان نے کہا کہ میں حیران ہوں کہ احمدیہ کمیونٹی کے لوگوں نے پیسے اکٹھے کر کے اس طرح کا ایک ہسپتال بنایا ہے۔ پیراگوئے میں بھی جماعت قائم ہو چکی ہے اور آج بہت سے میرے سوالات حل ہوگئے ہیں۔

☆ پھر ایک اور مہمان نے کہا کہ مجھے یہ پیغام بہت پسند آیا کہ ہم سب برابر کے حقوق رکھتے ہیں اور ہر ایک کو اچھی معیارِ زندگی

ملنی چاہئے۔

☆ ایک بینک کے آفسر نے کہا کہ مخلوق سے ہمدردی کا پیغام بہت پسند آیا اور یہ ناصر ہسپتال اس پیغام کی زندہ مثال ہے۔

گوائٹے مالا میں سپینش زبان میں ریویو آف ریلیجنز کے اجرا کا افتتاح کیا گیا۔ساؤتھ امریکہ میں تقریباً400 ملین کی آبادی ہے جہاں ہم جماعت کا پیغام پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔گوائٹے مالا میں ساؤتھ امریکہ کے بہت سے احمدیوں سے بھی ملنے کا موقع ملا۔یہ لوگ پہلی دفعہ کسی خلیفہ سے مل رہے تھے اور ان میں خلافت کی محبت نمایاں طور پر نظر آتی تھی۔

☆ ایک نومبائعہ نے کہا کہ میں پورا یقین رکھتی ہوں کہ میں اس جگہ پر ہوں جہاں خدا کی مرضی ہے۔

☆ ایک اور نومبائع نے کہا کہ بیعت کی تقریب میرے لئے ایک بالکل نیا تجربہ تھا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ ایک بجلی سی میرے اندر دوڑ پڑی ہے اور اپنے ساتھ ساتھ میرے سب گناہ بھی لے گئی ہے۔

☆ ایک اور احمدی نے بتایا کہ وہ بہت دور کے علاقہ سے آئے ہیں جہاں سڑکیں وغیرہ بھی ٹھیک نہیں ہیں۔آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری قوم کو بھی اسلام احمدیت کی طرف لائے اور جو انعام مجھے حاصل ہوا ہے وہ ان کو بھی حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص و وفا میں مزید ترقی دے اور انہیں حقیقی احمدی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہر لحاظ سے یہ دورہ بہت بابرکت تھا۔اللہ تعالیٰ اس دورہ کے نیک اثرات ظاہر فرمائے۔

خطبہ جمعہ فرمودہ 23 نومبر 2018ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد،تعوذ،تسمیہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

کہ آج سے پھر بدری صحابہؓ کا ذکر شروع کرتا ہوں جن میں سے پہلے صحابی حضرت سنان بن ابی سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپؓ نے جنگِ بدر اور باقی تمام غزوات میں شمولیت اختیار کی۔ بعض روایات کے مطابق آپؓ نے بیعتِ رضوان میں سب سے پہلے بیعت کی۔ جب حضرت سنانؓ نے ہاتھ بڑھایا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم کس بات پر بیعت کر رہے ہو۔حضرت سنانؓ نے عرض کیا کہ جو آپؐ کے دل میں ہے۔رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے دل میں کیا ہے۔حضرت سنانؓ نے عرض کیا کہ فتح مند ہونا یا شہید ہونا۔اس کے بعد باقی صحابہؓ نے بھی یہی دہرا کر بیعت کی۔

ایک اور صحابی حضرت مہجع رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو حضرت عمر رضی اللہ کے غلام تھے۔آپؓ غزوہ بدر میں سب سے پہلے شہید ہوئے۔حضرت عمرؓ نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔ جب آپؓ شہید ہوئے تو آپؓ یہ الفاظ دہرا رہے تھے کہ میں مہجع ہوں اور اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والا ہوں۔

ایک اور صحابی حضرت عقبہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ تمام غزوات میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ شامل ہوئے۔ایک مرتبہ رسول اللہ نے یہودیوں کے ایک گروہ کو مدینہ میں تبلیغ کی تو انہوں نے کھلا انکار کر دیا۔ یہود نے جواباً کہا کہ آپؐ ہمیں کس بات سے ڈراتے ہیں جب کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور محبوب ہیں۔اس پر حضرت عقبہؓ نے کہا کہ اے گروہِ یہود، اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔تم جانتے ہو کہ وہ رسول اللہ ہیں۔تم ان کی بعثت سے پہلے خود ان کی نشانیاں بیان کیا کرتے تھے۔ یہود نے کہ ہم نے تو ایسا نہیں کہا۔توریت میں موجود پیشگوئیوں کے باوجود وہ مکر گئے۔

حضور نے فرمایا کہ یہی حال آج کل کے مسلمانوں کا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل مسیح و مہدی کے انتظار میں تھے اور اب ماننے کی طرف نہیں آتے۔

ایک اور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپؓ ان انصار میں سے تھے جو سب سے پہلے مکہ میں مسلمان ہوئے۔آپؓ تمام غزوات میں رسول اللہ کے ساتھ تھے اور کچھ احادیث بھی آپؓ سے مروی ہیں۔ مکہ میں مسلمان ہو کر یہ لوگ مدینہ آگئے تھے اور یہاں تبلیغ شروع کر دی تھی۔

ایک اور صحابی حضرت سلمہ بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو غزوہ بدر میں شامل ہوئے۔ اسلام لانے سے قبل آپؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہودی عالم ہمارے پاس آئے اور ہمیں آخرت کے متعلق خبردار کیا۔ہم نے اس سے پوچھا کہ کیا واقعی اس زندگی کے بعد ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ یہودی عالم نے کہا ہاں۔ہم نے پوچھا کہ اس کا کیا ثبوت ہے۔حضرت سلمہؓ اس وقت چھوٹی عمر کے تھے۔اس یہودی عالم نے آپؓ کی طرف اشارہ کیا کہ اگر اس بچے نے عمر پائی تو تمہارے پاس مکہ کی جانب سے ایک نبی آئے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ بہت سالوں بعد جب رسول اللہ مبعوث ہوئے تو ہم سب کو یہ بات یاد تھی اور ہم آپؐ پر ایمان لے آئے۔ وہ یہودی عالم بھی ابھی حیات تھے۔جب ہم نے اس عالم کو رسول اللہ صلعم کے متعلق بتایا تو اس نے حسد کی وجہ سے آپؐ کو نہیں مانا اور یہی کہتا رہا کہ یہ وہ نبی نہیں ہے جس کا ذکر میں نے کیا تھا۔

ایک اور صحابی حضرت سہیل بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپؓ ابتدائی زمانہ میں اسلام لائے اور پھر حبشہ چلے گئے۔ بعد میں آپؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔آپؓ 34 سال کی عمر میں غزوہ بدر میں شامل ہوئے۔غزوہ تبوک میں آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر تھے۔آپؐ نے تین بار حضرت سہیلؓ کو آواز اونچی کر کے بلایا تو حضرت سہیلؓ نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! لوگ بھی اکٹھے ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے گواہی دی اللہ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں تو ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ آگ حرام کر دے گا۔

چنانچہ یہ ایک تعریف مسلمان کی ہے جو رسول اللہ صلعم نے کی ہے۔لیکن آج کل کے مسلمان اس بات سے انکار کرتے ہیں۔

حضرت سہیلؓ کے متعلق آتا ہے کہ ایک بار آپؓ کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔حضرت انسؓ سب کو شراب پلا رہے تھے۔اس وقت ایک آدمی آیا اور کہا کہ شراب کی ممانعت کے متعلق خدائی حکم نازل ہوا ہے۔ان لوگوں نے اسی وقت شراب کے برتن الٹ دئے۔اس سے تمام صحابہؓ کی اطاعتِ الٰہی کا پتہ چلتا ہے کہ حکم آیا اور اس پر فوراً عمل کیا۔

حضرت ابوسلیط اسیرہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اور صحابی تھے جو جنگِ بدر میں شامل ہوئے۔آپؓ کے بیٹے یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔اس وقت کچھ دیگیں پک رہی تھیں۔ہم نے فوراً ان دیگوں کو الٹ دیا۔

ایک اور صحابی حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپؓ کے متعلق ایک روایت میں ملتا ہے کہ آپؓ نے رسول اللہ صلعم سے فرمایا کہ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ مجھے مال مل جائے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بہت تھوڑے ہیں جو شکر کرتے ہیں۔آپؐ نے دعا نہیں کی۔ پھر کچھ دیر بعد انہوں نے آکر دوبارہ مال کے لئے دعا کی درخواست کی۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کیا میرا اسوہ تمہارے لئے کافی نہیں اور نصیحت فرمائی کہ مال سے زیادہ، انسان کو دل نہیں لگانا چاہئے۔ پھر تیسری بار وہ آپؐ کے پاس آئے اور مال کے لئے دعا کی درخواست کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ راوی کہتے ہیں کہ ان کے پاس چند بکریاں تھیں۔ ان میں بہت برکت پڑی اور ان کے پاس ڈھیروں مال ہو گیا۔ ریوڑ

اتنا زیادہ ہوگیا کہ آہستہ آہستہ انہوں نے نمازِ ظہر و عصر اور پھر جمعہ کی نماز پر آنا بھی بند کردیا۔ پھر جب زکوٰۃ کی آیات آئیں تو رسول اللہ صلعم نے آپؓ کے پاس زکوٰۃ کے لئے لوگوں کو بھیجا لیکن انہوں نے زکوٰۃ نہیں دی۔ رسول اللہ صلعم نے تین بار افسوس کا اظہار کیا۔ جب حضرت ثعلبہؓ کے ایک عزیز نے ان کو بتایا تو وہ زکوٰۃ لے کر رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہوئے لیکن رسول اللہ نے زکوٰۃ کو قبول نہیں فرمایا۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور میں بھی وہ زکوٰۃ لے کر آئے لیکن کسی نے ان سے زکوٰۃ قبول نہیں کی کیونکہ رسول اللہ نے قبول نہ کی تھی۔ آپؓ کی وفات حضرت عثمان کے دور میں ہوئی۔

حضور انور نے فرمایا کہ یہ روایت پڑھنے کے بعد میرے دل سے گزرا کہ یہ روایت ایک بدری صحابیؓ کے بارہ میں نہیں ہوسکتی۔ ان کے بارہ میں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ہر قسم کے نفاق سے پاک ہیں۔ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی ؒ نے تاریخی روایات سے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ یہ ثعلبہ جن کے متعلق یہ واقعہ ملتا ہے یہ کوئی اور ثعلبہ ہیں اور بدری صحابی حضرت ثعلبہ بن حاطب انصاریؓ اور شخص ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان صحابہؓ کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔ آمین۔

خطبہ جمعہ فرمودہ 30 نومبر 2018ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں آج بھی بدری صحابہ کا ذکر کروں گا۔ ایک صحابی حضرت قیس رضی اللہ عنہ تھے۔ آپؓ انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں بھی شریک ہوئے تھے۔ غزوہ بدر کے وقت رسول اللہ صلعم نے لشکر کے ساتھ مدینہ کے باہر سقیہ نامی ایک پانی کے چشمہ کے پاس قیام فرمایا۔ اور کم عمر بچوں کو واپس بھیجا۔ پھر آپؐ نے صحابہؓ کو پانی لانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ حضرت سعدؓ کو پانی پر مقرر کیا گیا تھا اور آپؐ نے آپؓ کو لوگوں کو گنتی کرنے کے لئے کہا۔ آپؓ نے کہا کہ ان کی تعداد 313 ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خوش ہوئے اور بتایا کہ طالوت کی آرمی کی تعداد بھی اتنی ہی تھی۔

ایک دفعہ حضرت قیسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں کتنی دیر میں قرآن کا دور کیا کروں۔ آپؐ نے فرمایا کہ 15 دنوں میں۔ حضرت قیسؓ نے عرض کیا کہ میں اپنے آپ میں زیادہ طاقت پاتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک جمعہ سے اگلے جمعہ یعنی 7 دنوں میں ایک دور مکمل کرلیا کرو۔ چنانچہ آپؓ نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ آپ بوڑھی عمر کو پہنچ گئے اور پھر آپؓ نے 15 دنوں میں ایک دور شروع کردیا۔ آپؓ کہا کرتے تھے کہ کاش میں نے آپ کی دی ہوئی رخصت سے فائدہ اٹھایا ہوتا۔

پھر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً 10 سال بڑے تھے۔ آپؓ ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ آپؓ نے اپنے دو بھائیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ تینوں بھائی غزوہ بدر میں شریک تھے۔ مدینہ میں آپؐ نے دشمنوں سے بچنے کے لئے کچھ تدابیر اختیار فرمائیں۔ یہ کافروں کے حملے کی پیش بندی تھی۔ اس میں پہلا دستہ آپؐ نے حضرت عبیدہؓ کے تحت مکہ کی طرف روانہ کیا۔ اس دوران مکہ کے دو کمزور مسلمان بھاگ کر مسلمانوں سے آکر ملے۔

ایک اور لشکر لوگوں کا آپؓ کے تحت رسول اللہ صلعم نے بھیجا۔ اس قافلہ کا مقصد یہ تھا کہ مکہ والوں کے لوگوں کے تجارتی قافلہ کو روک لیا جائے۔ جب دونوں لشکر آملے تو کچھ تیر اندازی ہوئی لیکن باقاعدہ جنگ نہ ہوئی۔ اس دوران بھی دو لوگ مکہ کے گروہ سے بھاگ کر مسلمانوں میں شامل ہوگئے۔ ایسے قافلے تجارتی قافلے نہیں تھے بلکہ خاص ارادوں سے اس طرف آتے تھے تا کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے راستے تلاش کریں۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر 63 سال تھی۔

اب میں انڈونیشیا کے ایک مبلغ مکرم سیوطی عزیز احمد صاحب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو 19 نومبر کو وفات پاگئے۔ آپ 1944ء میں پیدا ہوئے تھے اور جامعہ احمدیہ ربوہ میں آپ نے 1966ء سے 1971ء تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے انڈونیشیا کے مختلف مقامات پر بطور مبلغ کام کیا۔ حج بیت اللہ کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا۔ وفات سے قبل آپ بطور پرنسپل جامعہ احمدیہ انڈونیشیا خدمت بجالا رہے تھے۔

آپ کہتے ہیں کہ میرے دادا نے وصیت کی تھی کہ امام مہدی آئے گا۔ جب وہ آئے تو تم اسے مان لینا۔ کہتے ہیں کہ 1963ء میں ایک احمدی مبلغ ہمیں ملے اور بتایا کہ امام مہدی آگیا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے تو انہوں نے مجھے ایک کتاب دی جسے پڑھ کر مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ہی امام مہدی ہیں۔ 13 فروری 1963ء کو میں نے اور میرے خاندان کے لوگوں نے بیعت کرلی۔

جامعہ کے متعلق بتاتے ہیں کہ 1966ء میں ربوہ میں تعلیم شروع کی۔ اس دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کئی صحابہؓ سے ملنے کا موقع ملا اور میں ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کے پاؤں دبایا کرتا تھا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے متعلق بتاتے ہیں کہ ایک بار ان سے ملاقات ہوئی تو حضورؒ نے فرمایا کہ تم سب جو باہر سے تعلیم کے لئے آئے ہو تم سب میرے بچے ہو۔ انڈونیشیا جانے سے قبل آپ حضورؒ سے ملے تو حضورؒ نے آپ کو فرمایا کہ اپنے آقا سے بے وفائی مت کرنا۔ یہ ہے میری نصیحت۔

امیر جماعت انڈونیشیا لکھتے ہیں کہ سیوطی صاحب کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ تمام مبلغین کے لئے ایک نمونہ تھے۔ اپنی عبادات، نمازِ تہجد میں باقاعدہ تھے اور خلافت سے گہری محبت رکھتے تھے۔ ان کے بچے لکھتے ہیں کہ والد صاحب نے اپنی مکمل زندگی وقف کر رکھی تھی یہاں تک کہ ہم سیر کے لئے بہت کم جاتے تھے۔ آپ کی تربیت کا انداز یہ تھا کہ کہنے کی بجائے اپنے عمل سے دکھاتے تھے۔ ہماری تربیت بڑی نرمی سے کرتے تھے لیکن نماز کے بارہ میں بہت تلقین کرتے تھے اور کہتے تھے کہ نماز کبھی نہ چھوڑنا اور ساتھ سنت نماز بھی ادا کرنا۔

ایک مرتبہ آپ نے کسی کو نصیحت کے طور پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے کبھی منہ مت پھیرو۔ اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ وہ اپنے بندوں کی دعا قبول کرتا ہے۔ ایک مرتبہ جامعہ سے فارغ التحصیل مبلغ کو فرمایا کہ اس وقف کو کبھی مت چھوڑنا۔ جو شخص اس وقف کو چھوڑتا ہے وہ بہت نقصان اٹھاتا ہے۔ ایک ریجنل مبلغ کو ایک مرتبہ نصیحتاً فرمایا کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھیں گے تو ہر مشکل آسان ہوجائے گی۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے جامعہ کے طلبا سے پوچھا کہ احمدیت کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل کیا ہے۔ طلبا نے مختلف آیاتِ قرآنی اور احادیث بتائیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ احمدیت کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل میں ہی ہوں۔ یہ آپ کے سکھانے کا انداز تھا۔ پھر فرمایا کہ اگر آپ اپنے آپ کو اس قابل بنائیں گے اور جماعت کی تعلیم پر عمل کریں گے تو آپ خود جماعت کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں آپ کو جگہ عطا فرمائے اور آپ کے لواحقین کو آپ کے اسوہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قسط سوم و آخر

تاریخ اسلام کا ایک ورق

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرم مولانا ارجمند خان صاحب مرحوم۔ پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ

اردن کے حدود میں یرموک کا میدان ضروریات جنگ کے لحاظ سے نہایت باموقع تھا۔ اس لئے اس اہم معرکہ کے لئے اسی میدان کو منتخب کیا گیا۔ رومیوں کی تعداد دو لاکھ تھی۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف تیس بتیس ہزار تھی لیکن سب کے سب یگانۂ روزگار تھے۔ اس فوج کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار (1000) ایسے بزرگ تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا جمال دیکھا تھا۔ سو (100) وہ تھے جو غزوۂ بدر میں حضور ﷺ کے ہم رکاب رہ چکے تھے۔ عام مجاہدین بھی ایسے قبائل سے تعلق رکھتے تھے جو شجاعت اور سپہ گری میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ یرموک کا پہلا معرکہ بے نتیجہ رہا۔ پانچویں رجب 15 ھجری کو دوسرا معرکہ پیش آیا۔ رومیوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ تیس ہزار آدمیوں نے پاؤں میں بیڑیاں پہن لی تھیں کہ بھاگنے کا خیال تک نہ آئے۔ ہزاروں پادری اور بشپ ہاتھوں میں صلیب لئے آگے آگے تھے اور حضرت عیسیٰؑ کا نام لے کر جوش دلاتے تھے۔ اس جوش اور اہتمام کے ساتھ رومیوں نے حملہ کیا۔ فریقین میں بڑی خونریز جنگ ہوئی لیکن انجام کار مسلمانوں کی ثابت قدمی اور پامردی کے آگے ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ایک لاکھ عیسائی مارے گئے اور مسلمان کل تین ہزار کام آئے۔ قیصر کو اس ہزیمت کی خبر ملی تو حسرت اور افسوس کے ساتھ شام کو الوداع کہہ کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے مژدۂ فتح سنا تو اسی وقت سجدہ میں گر کر خدا کا شکر ادا کیا۔

فتح یرموک کے بعد تمام اسلامی فوجیں اطراف ملک میں پھیل گئیں۔ چنانچہ قنسرین، انطاکیہ، جومہ، سرمین، توزی، قورس، تل غرار، دلوک، رعیان وغیرہ چھوٹے چھوٹے مقامات نہایت آسانی کے ساتھ فتح ہوگئے۔

بیت المقدس

فلسطین کی مہم پر حضرت عمروؓ بن العاص مامور ہوئے تھے۔ انہوں نے نابلس لُد، عمواس، بیت جبرین وغیرہ پر قبضہ کر کے 16 ھجری میں بیت المقدس کا محاصرہ کیا۔ اس اثناء میں حضرت ابوعبیدہؓ بھی اس مہم سے فارغ ہو کر ان سے مل گئے۔ بیت المقدس کے عیسائیوں نے کچھ دنوں تک مدافعت کرنے کے بعد مصالحت پر آمادگی ظاہر کی اور اپنے اطمینان کے لئے یہ خواہش ظاہر کی کہ امیر المومنین خود یہاں آ کر اپنے ہاتھ سے معاہدہ لکھیں۔ حضرت عمرؓ کو اس کی خبر دی گئی۔ انہوں نے اکابر صحابہؓ سے مشورہ کر کے حضرت علیؓ کو نائب مقرر کیا اور رجب 16 ھجری میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔

بیت المقدس کا سفر

حضرت عمرؓ کا یہ سفر نہایت سادگی سے ہوا۔ مقام جابیہ میں افسروں نے استقبال کیا اور دیر تک قیام کر کے بیت المقدس کا معاہدۂ صلح ترتیب دیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ پہلے مسجد تشریف لے گئے۔ پھر عیسائیوں کے گرجا کی سیر کی۔ نماز کا وقت ہوا تو عیسائیوں نے گرجا میں نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ آئندہ نسلیں اس کو حجت قرار دے کر مسیحی معبدوں میں دست اندازی نہ کریں، باہر نکل کر نماز پڑھی۔ بیت المقدس سے واپسی پر حضرت عمرؓ نے تمام ملک کا دورہ کیا۔ سرحدوں کا معائنہ کر کے ملک کی حفاظت کا انتظام کیا اور بخیر و خوبی مدینہ واپس تشریف لائے۔

متفرق معرکے اور فتوحات

بیت المقدس کی فتح کے بعد اور بھی متفرق معرکے پیش آئے۔ اہل جزیرہ کی مستعدی اور ہرقل کی اعانت سے عیسائیوں نے دوبارہ حمص پر قبضہ کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ فلسطین کے اضلاع میں قیساریہ نہایت آباد اور پُر رونق شہر تھا۔ 13 ھجری میں عمروؓ بن العاص نے اس پر چڑھائی کی۔ 14 ھجری تک متواتر حملوں کے باوجود فتح نہ ہوسکا۔ آخر 18 ھجری کے اخیر میں امیر معاویہ نے ایک یہودی کی مدد سے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ جزیرہ پر 16 ھجری میں عبداللہ بن المعتم نے فوج کشی کی۔ تکریت کا ایک مہینہ تک محاصرہ رہا اور چوبیس دفعہ حملے ہوئے۔ آخر میں حسن تدبیر سے مسخر ہوا۔ باقی علاقوں کو عیاضؓ بن غنم نے فتح کیا۔

اسی طرح 16 ھجری میں مغیرہ بن شعبہ نے خورستان پر حملہ کیا۔ 17 ھجری میں وہ معزول ہوئے اور ان کی جگہ ابوموسیٰؓ اشعریؓ مقرر ہوئے انہوں نے نئے ساز و سامان سے حملہ کیا اور اہواز، مناذر، سوس، رامہرز کو فتح کرتے ہوئے خورستان کے صدر مقام شوستر کا رخ کیا۔ یہ نہایت مستحکم اور قلعہ بند مقام تھا لیکن ایک شخص کی رہنمائی سے مسلمانوں نے تہ خانہ کی راہ سے گھس کر اس کو مسخر کیا۔ یہاں کا سردار ہرمزان گرفتار ہو کر مدینہ بھیجا گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اسلام قبول کیا۔ حضرت عمرؓ نہایت خوش ہوئے۔ خاص مدینہ میں رہنے کی اجازت دی اور دو ہزر سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔

فتوحات مصر

حضرت عمروؓ بن العاص نے باصرار فاروق اعظم سے اجازت لے کر چار ہزار فوج کے ساتھ مصر پر حملہ کیا۔ آپؓ نے فرمایلبیس وغیرہ کو فتح کرتے ہوئے فسطاط کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور حضرت عمرؓ کو امدادی فوج کے لیے لکھا۔ انہوں نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھیجے۔ زبیرؓ بن العوام، عبادہؓ بن صامت، مقدادؓ بن عمر اور سلمہؓ بن مخلد۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت زبیرؓ کو ان کے رتبہ کے لحاظ سے افسر بنایا۔ سات مہینے بعد حضرت زبیرؓ کی غیر معمولی شجاعت سے قلعہ مسخر ہوا اور وہاں سے فوجیں اسکندریہ کی طرف بڑھیں۔ مقام کربوں میں ایک سخت جنگ ہوئی۔ یہاں بھی عیسائیوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے اسکندریہ پہنچ کر دم لیا اور چند دن کے محاصرہ کے بعد اس کو فتح کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے مژدۂ فتح سنا تو سجدہ میں گر پڑے اور خدا کا شکر ادا کیا۔ فتح اسکندریہ کے بعد تمام مصر پر اسلام کا سکہ بیٹھ گیا اور بہت سے قبطی برضا و رغبت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

شہادت حضرت عمرؓ

مغیرہ بن شعبہ کے ایک پارسی غلام فیروز نامی نے جس کی کنیت ابولُولُوتھی۔ حضرت عمرؓ سے اپنے آقا کے بھاری محصول مقرر کرنے کی شکایت کی۔ شکایت بے جا تھی اس لئے حضرت عمرؓ نے توجہ نہ کی۔ اس پر وہ اتنا ناراض ہوا کہ صبح کی نماز میں خنجر لے کر حملہ کر دیا اور متواتر چھ وار کئے۔ حضرت عمرؓ زخم کے صدمہ سے گر پڑے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے نمازِ فجر کی امامت کی۔ یہ زخم ایسا کاری تھا کہ اس سے آپؓ جانبر نہ ہو سکے۔ لوگوں کے اصرار سے چھ شخصوں کو منصب خلافت کے لئے نامزد کیا کہ ان میں سے کسی ایک کو جس پر باقی پانچوں کا اتفاق ہوجائے، اس منصب کے لیئے منتخب کرلیا جائے۔ ان لوگوں کے نام یہ ہیں، علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، سعدؓ بن ابی وقاص، عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ اس مرحلہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت لی۔ اس کے بعد مہاجرین، انصار، اعراب اور اہل ذمہ کے حقوق کی طرف توجہ دلائی اور اپنے صاحبزادہ عبداللہ کو وصیت کی کہ مجھ پر جس قدر قرضہ ہو اگر وہ میرے متروکہ مال سے ادا ہو سکے تو بہتر ورنہ خاندان عدی سے درخواست کرنا۔ اگر ان سے نہ ہو سکے تو کل قریش سے لیکن قریش کے سوا کسی کو تکلیف نہ دینا۔ غرض اسلام کا سب سے بڑا رہنما ہر قسم کی ضروری وصیتوں کے بعد تین دن بیمار رہ کر محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن 24 ھجری میں واصل بحق ہوا اور اپنے محبوب آقا کے پہلو میں ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند سو رہا۔ اِنَّا لِلّٰہ و اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

ازواج واولاد

حضرت عمرؓ نے مختلف اوقات میں متعدد نکاح کئے۔ آپؓ کی ازواج کی تفصیل یہ ہے۔

1: زینب ہمشیرہ عثمانؓ بن مظعون، مکہ میں مسلمان ہو کر فوت ہوئیں۔

2: قریبہ بنت مبتہ المخزومی، مشرکہ ہونے کے باعث ان کو طلاق دیدی تھی۔

3: ملیکہ بنت جرول، مشرکہ ہونے کی وجہ سے ان کو بھی طلاق دیدی۔

4: جمیلہ، کسی وجہ سے ان کو بھی طلاق دیدی۔

5: عاتکہ بنت زید، ان کا نکاح پہلے عبداللہ بن ابی بکرؓ سے ہوا تھا پھر حضرت عمرؓ کے نکاح میں آئیں۔

6: امِّ کلثوم رسول اللہ ﷺ کی نواسی اور حضرت فاطمہ کی نور دیدہ تھیں۔ حضرت عمرؓ نے خاندانِ نبوّت سے تعلق پیدا کرنے کے لئے کی۔ 17 ھجری میں چالیس ہزار مہر پر نکاح کیا۔ حضرت عمرؓ کی اولاد میں حضرت حفصہؓ اس لحاظ سے سب سے ممتاز ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ازواج مطہرات میں داخل تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنی کنیت بھی ان کے نام پر رکھی تھی۔

اولاد ذکور کے نام یہ ہیں: عبداللہ، عبیداللہ، عاصم ابوشحمہ، عبدالرحمٰن، زید، مجیر۔ ان سب میں عبداللہ، عبیداللہ اور عاصم اپنے علم وفضل اور مخصوص اوصاف کے لحاظ سے نہایت مشہور ہیں۔

فاروقی کارنامے

فتوحات پر اجمالی نظر

فتوحات کی جو تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ اس سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ مسلمانوں نے اپنے جوش، نہایت درجہ کے ثبات اور استقلال کے باعث حضرت عمرؓ کے دہ سالہ عہد خلافت میں روم و ایران کی عظیم الشان حکومتوں کا تختہ الٹ دیا۔ لیکن کیا تاریخ کوئی ایسی مثال پیش کرسکتی ہے کہ چند صحرانشینوں نے اس قدر قلیل مدّت میں ایسا عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا ہو؟ بے شبہ سکندر، چنگیز اور تیمور نے تمام عالم کو تہ و بالا کر دیا لیکن ان کی فتوحات کو فاروق اعظم کی کشورستانی سے کوئی مناسبت نہیں۔ وہ لوگ ایک طوفان کی طرح اٹھے اور ظلم وخونریزی کے مناظر دکھاتے ہوئے ایک طرف سے دوسری طرف کو گزر گئے۔ چنگیز اور تیمور کا حال تو سب کو معلوم ہے۔ سکندر کی کیفیت یہ ہے کہ اس نے ملک شام میں شہر صور فتح کیا تو ایک ہزار شہریوں کے سر کاٹ کر شہر پناہ کی دیوار پر لٹکا دیئے اور تیس ہزار بے گناہ مخلوق کو لونڈی غلام بنا کر بیچ ڈالا۔ اسی طرح ایران میں اصطخر کو فتح کیا تو تمام مردوں کو قتل کرا دیا۔ برخلاف اس کے حضرت عمرؓ کے فتوحات میں ایک واقعہ بھی ظلم وتعدی کا نہیں ملتا نہ قتل عام کا حکم۔ فوج کو خاص طور پر ہدایت تھی کہ بچوں بوڑھوں اور عورتوں سے مطلق تعرض نہ کیا جائے۔ قتلِ عام تو ایک طرف ہرے بھرے درختوں تک کے کاٹنے کی اجازت نہ تھی۔ مسلمان حکام مفتوحہ اقوام کے ساتھ ایسا عدل وانصاف کرتے تھے اور اس طرح اخلاق سے پیش آتے تھے کہ تمام رعایا ان کی گرویدہ ہوجاتی اور اسلامی حکومت کو خدا کی رحمت تصوّر کرتی۔

صرف یہی نہیں بلکہ وہ لوگ جوشِ امتنان میں مسلمانوں کی اعانت ومساعدت سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ فتوحات شام میں خود شامیوں نے جاسوسی اور خبر رسانی کی خدمت انجام دی۔ حملۂ مصر میں قبطیوں نے سفرِ مینا کا کام کیا۔ اسی طرح عراق میں عجمیوں نے اسلامی لشکر کے لئے پل بندھوائے اور دشمنوں کے راز سے مطلع کر کے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان حالات کی موجودگی میں حضرت عمرؓ کے مقابلہ میں سکندر اور چنگیز جیسے سفاکوں کا نام لینا کس قدر بے موقع ہے۔ سکندر اور چنگیز کی سفاکیاں فوری طور پر فتوحات کے لئے مفید ثابت ہوئیں لیکن جس سلطنت کی بنیاد ظلم وتعدی پر ہوتی ہے وہ کبھی دیر پا نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ ان لوگوں کی سلطنتیں بھی نقش برآب ثابت ہوئیں۔ اس کے برخلاف فاروق اعظمؓ نے جو وسیع سلطنت قائم کی اس کی بنیاد عدل وانصاف اور مسالمت پر قائم ہوئی اس لئے آج چودہ سو برس کے بعد بھی اسی طرح ان کے جانشینوں کے قبضۂ اقتدار میں موجود ہے۔

یورپین مورخین عہد فاروقی کی اس بدیع المثال کارنامے کی اہمیت کم کرنے کے لئے بیان کرتے ہیں کہ سرزمین فارس وروم کی دونوں سلطنتیں طوائف الملوکی اور مسلسل بدنظمیوں کے باعث اوجِ کمال سے کند ہو چکی تھیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا دنیا کی ایسی زبردست سلطنتیں بادشاہوں کے ادل بدل اور معمولی اختلاف سے اس درجہ کمزور ہوگئی تھیں کہ ریگستانِ عرب کی ایک بے سروسامان اور خانہ بدوش قوم کے مقابلہ سے بھی عاجز تھیں۔ ہم مانتے ہیں کہ روم وایران میں قسطنطین اعظم اور خسرو پرویز کا جاہ وجلال نہ تھا۔ تاہم ان سلطنتوں کا عرب جیسی بے سروسامان قوم سے ٹکرا کر پرزے پرزے ہوجانا دنیا کا ایک عجیب وغریب واقعہ ہے اور ہم کو اس کا راز ان سلطنتوں کی کمزوری میں نہیں بلکہ اسلامی نظام خلافت اور خلیفہء وقت کے طرز عمل میں تلاش کرنا چاہئے۔

نظام خلافت

اسلام میں خلافت کا سلسلہ گو حضرت ابوبکرؓ صدیق کے عہد سے شروع ہوا۔ ان کے قلیل زمانۂ خلافت میں بڑے بڑے کام انجام پائے لیکن باقاعدہ حکومت کا آغاز حضرت عمرؓ کے عہد سے ہوا۔ انہوں نے نہ صرف قیصر وکسریٰ کی وسیع سلطنتوں کو اسلام کے ممالک محروسہ میں شامل کیا بلکہ حکومت وسلطنت کا باقاعدہ نظام بھی قائم کیا اور اس کو اس قدر ترقی دی کہ حکومت کے جس قدر ضروری شعبے ہیں، سب ان کے عہد میں وجود میں آ چکے تھے۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم نظامِ حکومت کی تفصیل بیان کریں، یہ بتانا ضروری ہے کہ اس حکومت کی ترکیب اور ساخت کیا تھی؟ حضرت عمرؓ کی خلافت جمہوری

طرز حکومت سے مشابہ تھی یعنی ملکی وقومی مسائل مجلس شوریٰ میں پیش ہو کر طے ہوتے تھے۔ اس مجلس میں مہاجرین وانصار، منتخب اکابر اور اہل الرّائے شریک ہوتے تھے اور بحث ومباحثہ کے بعد اتفاقِ آراء یا کثرتِ رائے سے تمام امور فیصلہ کرتے تھے۔ مجلس کے ممتاز اور مشہور ارکان یہ ہیں۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت معاذؓ بن جبل، حضرت ابیؓ بن کعب حضرت زیدؓ بن ثابت۔ مجلس شوریٰ کے علاوہ ایک مجلس عام بھی تھی، جس میں مہاجرین وانصار کے علاوہ تمام سردارانِ قبائل شریک ہوتے تھے۔ یہ مجلس نہایت اہم امور کو پیش آجانے پر طلب کی جاتی تھی ورنہ روزمرہ کے کاروبار میں مجلس شوریٰ کا فیصلہ کافی ہوتا تھا۔ ان دونوں مجلسوں کے سوا ایک تیسری مجلس بھی تھی جس کو ہم مجلس خاص کہہ سکتے ہیں۔ اس میں مہاجرین صحابہؓ شریک ہوتے تھے۔ مجلس شوریٰ کے انعقاد کا عام طریقہ یہ تھا کہ منادی ''الصلوٰۃ جامعۃٌ'' کا اعلان کرتا تھا۔ لوگ مسجد میں جمع ہو جاتے تھے تو حضرت عمرؓ دو رکعت نماز پڑھ کر مسئلہ بحث طلب کے متعلق مفصّل خطبہ دیتے تھے۔ اس کے بعد ہر ایک کی رائے دریافت فرماتے تھے۔

جمہوری حکومت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے حقوق اور اپنی رائے کے اعلانیہ اظہار کا موقع دیا جائے۔ حاکم کے اختیارات محدود ہوں اس کے طریقِ عمل پر ہر شخص کو نکتہ چینی کا حق ہو۔ حضرت عمرؓ کی خلافت ان تمام امور کی جامع تھی۔ ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا تھا اور خلیفۂ وقت کے اختیارات کے متعلق خود حضرت عمرؓ نے متعدد موقعوں پر تصریح کر دی تھی کہ حکومت کے لحاظ سے ان کی کیا حیثیت ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک تقریر کے چند فقروں کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''مجھے تمہارے مال میں سے اسی طرح حق ہے جس طرح یتیم کے مال میں اس کے مربی کا ہوتا ہے۔ اگر میں دولت مند ہوں تو کچھ نہ لوں گا اور اگر صاحب حاجت ہوں گا تو اندازے سے کھانے کے لئے لوں گا۔ صاحبو! میرے اوپر تمہارے متعدد حقوق ہیں جن کا تم کو مجھ سے مواخذہ کرنا چاہئے۔ ایک یہ کہ ملک کا خراج اور مال غنیمت بے جا طور پر نہ ہونے پائے ایک یہ کہ تمہارے روزینے بڑھاؤں اور تمہاری سرحدوں کو محفوظ رکھوں اور یہ کہ تم کو خطروں میں نہ ڈالوں'' (کتاب الخراج، جلد3، صفحہ 134)

مذکورہ بالا تقریر صرف دلفریب خیالات کی نمائش نہ تھی بلکہ حضرت عمرؓ سختی کے ساتھ اس پر عامل بھی تھے۔ واقعات اس کی حرف بحرف تصدیق کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت حفصہؓ آپ کی صاحبزدی اور رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ یہ خبر سن کر کہ مال غنیمت آیا ہے، حضرت عمرؓ کے پاس آئیں اور کہا کہ امیر المومنین میں ذوالقربیٰ میں سے ہوں۔ اس لئے اس مال میں سے مجھ کو بھی عنایت کیجئے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ بیشک تم میرے خاص مال میں حق رکھتی ہو لیکن یہ عام مسلمانوں کا مال ہے، لہٰذا اس میں سے میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتا۔ وہ بے چاری خفیف ہو کر چلی گئیں۔

حضرت عمرؓ خود بیمار پڑے تو لوگوں نے علاج میں شہد تجویز کیا۔ بیت المال میں شہد موجود تھا مگر اس میں سے اپنی ذات کے لئے لینے کی از خود اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ چنانچہ مسجد میں جا کر لوگوں سے کہا کہ اگر اجازت دیں تو تھوڑا سا لے لوں۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں جب حضرت عمرؓ کی احتیاط کا یہ حال تھا تو ظاہر ہے کہ مہمات امور میں وہ کس قدر محتاط ہوں گے۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حکام پر نکتہ چینی کرنے کی ایسی عام آزادی دی تھی کہ معمولی سے معمولی آدمیوں کو خود حضرت خلیفۂ وقت پر اعتراض کرنے میں باک نہیں ہوتا تھا۔ ایک موقع پر ایک شخص نے کئی بار حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا: '' اِتَّقِ اللّٰہَ یَاعُمَر '' اے عمر! خدا سے ڈر۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے اس کو روکنا چاہا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''نہیں کہنے دو۔'' یہ آزدی صرف مردوں تک محدود نہ تھی عورتیں بھی مردوں کے قدم بقدم تھیں۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ مہر کی مقدار کے متعلق تقریر فرما رہے تھے۔ ایک عورت نے اثنائے تقریر ٹوک دیا اور کہا: '' اِتَّقِ اللّٰہَ یَاعُمَر '' یعنی اے عمر! خدا سے ڈر۔ اس کا اعتراض صحیح تھا۔ حضرت عمرؓ نے اعتراف کے طور پر کہا: '' ایک عورت بھی عمرؓ سے زیادہ جانتی ہے۔'' حقیقت یہ ہے کہ آزادی اور مساوات کی یہی عام ہوا تھی جس نے حضرت عمرؓ کی خلافت کو اس درجہ کامیاب کیا اور مسلمانوں کو جوش، استقلال اور عزم وثبات کا مجسم پتلا بنا دیا تھا۔

خلافتِ فاروقی کی ترکیب اور ساخت بیان کرنے کے بعد اب ہم انتظامات ملکی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دکھانا چاہتے ہیں کہ فاروقؓ اعظم نے اپنے عہد مبارک میں خلافت اسلامیہ کو کس درجہ منظّم اور باقاعدہ بنا دیا تھا اور کس طرح حکومت کی ہر ایک شاخ کو مستقل محکمہ کی صورت میں قائم کر دیا تھا۔

نظامِ حکومت کے سلسلہ میں سب سے پہلا کام ملک کا صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کرنا تھا۔ اسلام میں سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے اس کی ابتدا کی اور تمام ممالکِ مفتوحہ کو آٹھ صوبوں پر تقسیم کیا۔ مکہ، مدینہ، شام، جزیرہ، بصرہ، کوفہ، مصر، فلسطین، ان صوبوں کے علاوہ تین صوبے اور تھے خراسان، آذربائیجان۔ فارس۔ ہر صوبہ میں مفصلۂ ذیل بڑے بڑے عہدہ دار رہتے تھے، والی یعنی حاکم صوبہ، کاتب یعنی میر منشی، کاتب دیوان یعنی فوجی محکمہ کا میر منشی، صاحب الخراج یعنی کلکٹر، صاحب احداث یعنی افسر پولیس۔ صاحب بیت المال یعنی افسر خزانہ۔ قاضی یعنی جج، چنانچہ کوفہ میں عمّار بن یاسر والی، عثمان بن حنیف کلکٹر عبداللہ ابن مسعودؓ افسر خزانہ شریحؓ قاضی عبداللہ بن خزاعی کاتب دیوان تھے۔

بڑے بڑے عہدہ داروں کا انتخاب عموماً مجلس شوریٰ میں ہوتا تھا حضرت عمرؓ کسی لائق راستباز اور متدین شخص کا نام پیش کرتے تھے اور چونکہ حضرت عمرؓ میں جوہر شناسی کا مادہ فطرتاً تھا اس لئے ارباب مجلس عموماً ان کے حسن انتخاب کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس شخص کے تقرر پر اتفاق رائے کر لیتے تھے، چنانچہ نہاوند کی عظیم الشان مہم کے لئے عثمان ابن مقرن کا اسی طریقہ سے انتخاب ہوا تھا۔

احتساب

خلیفہ وقت کا سب سے بڑا فرض حکام کی نگرانی اور قوم کے اخلاق اور مفادات کی حفاظت ہے حضرت عمرؓ اس فرض کو نہایت اہتمام کے ساتھ پورا کرتے۔

آپ کے گزٹ کے بارہ میں حضور انور کا اظہار خوشنودی

آپ کی طرف سے احمدیہ گزٹ کینیڈا کا تازہ شمارہ ملا ہے۔ الحمدللہ اس کا معیار اب بہتری کی طرف رواں دواں ہے۔ بہرحال قرآنی فرمودات میں سے مودت ومروت وحسن واحسان، قربانی واطاعت و وفا والی آیات سرورق کی زینت بنی چاہئیں! اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اس کی توفیق دے اور یہ رسالہ ہر لحاظ سے مفید بنتا چلا جاوے اور جماعت کینیڈا کی اخلاقی ترقی اور اخوت ومحبت اور تعلیم وتربیت کا حقیقی ترجمان ثابت ہو۔ اللھم آمین۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔ آمین

قسط سوم و آخر

پاکستان کے حکمرانوں، سیاستدانوں، اہل فکرو دانش اور عوام کے لئے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے بعض انتباہ جن کی صداقت پر آج سارا ملک گواہ ہے

مرسلہ: مکرم مولانا ہادی علی چوہدری صاحب، نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

1997ء کے بعض انتباہ

1997ء میں پاکستان میں ایک شدید آئینی بحران پیدا ہوا۔اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 28/نومبر 1997ء میں روشنی ڈالی اور قوم کے دانشوروں کو قائد اعظم کے تصور انصاف کی طرف لوٹنے کی نصیحت فرمائی۔ ذیل میں اس خطبہ جمعہ سے اقتباس ہدیۂ قارئین ہے۔حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:

’’جو آئینی بحران ہے اس کے متعلق بعض دوستوں کی خواہش ہے کہ میں آج کے خطبے میں ضرور کچھ روشنی ڈالوں کیونکہ بہت گہری اور اہم تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ جماعت احمدیہ کا ایک بڑا حصہ پاکستان میں بستا ہے۔ جو بھی تبدیلیاں ہوں گی ان پر اثر انداز ہوں گی اور بیرونی دنیا پر بھی ایسی تبدیلیاں اثر انداز ہوسکتی ہیں اس لئے مَیں نے یہ مطالبہ تسلیم کرلیا اور آج مَیں اسی ذکر سے خطبے کا آغاز کرتا ہوں۔

پاکستان میں جو آئینی بحران پیدا ہو رہا ہے اس کا ایک بہت گہرا اور لمبا تعلق جماعت احمدیہ سے پاکستان کے سلوک سے ہے۔آج وہاں جو جو باتیں بھی ہوں، جس قسم کی وجوہات پیش کی جارہی ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان معاملات کے جماعت احمدیہ کے ساتھ تعلق کو کاٹا نہیں جا سکتا۔آپ کو یاد ہوگا کہ ایک لمبے عرصے سے جماعت احمدیہ کے خلاف جو جو بھی ظالمانہ کارروائیاں ہوا کرتی تھیں جماعت احمدیہ عدالت کی طرف رجوع کر کے ان سے اپنی دادرسی چاہتی تھی اور بہت حد تک ان کو چھوٹی عدالتوں سے انصاف مل جاتا تھا یہاں تک کہ ناانصافی کا پانی اونچا ہونا شروع ہوا اور چھوٹی عدالتیں علماء کے خوف اور ان کے دباؤ میں ڈوب گئیں۔ اور یہ ناانصافی کا پانی اور اونچا ہونا شروع ہوا۔ ہر ایسے موقع پر جبکہ نچلی عدالتوں کے انصاف کے دروازے بند ہوجایا کرتے تھے جماعت احمدیہ نسبتاً اونچی عدالتوں کی طرف رجوع کرتی تھی اور ضلعی اونچی عدالتیں اس زمانے میں بڑی توجہ سے جماعت کے معاملات پر غور کرتی تھیں اور بسا اوقات جرأت کے ساتھ انصاف کا ساتھ دیتی تھیں اور جماعت احمدیہ کے حقوق بحال کردئے جاتے تھے۔جن کو بھی اس گزشتہ مظالم کی داستان کا علم ہے وہ جانتے ہیں کہ ہمیشہ یہی ہوا کرتا تھا۔آغاز میں ایک مجسٹریٹ بھی جماعت کے معاملے میں انصاف سے کام لیا کرتا تھا۔جب وہاں ناانصافی کا دور دورہ ہوا اور مجسٹریٹ کو مخالفانہ آراء نے دبا لیا تو پھر ضلع کی اونچی عدالتوں نے ہمیشہ جماعت کا ساتھ دیا اور بسا اوقات خطاب میں مَیں ان کی تعریف بھی کیا کرتا تھا، ان کے لئے دعا کی طرف بھی متوجہ کرتا تھا۔ پھر ایک دور آیا کہ یہ پانی اور اونچا ہوا اور ناانصافی کا دباؤ محض نیچے سے ہی نہیں اوپر سے بھی ان عدالتوں پر پڑنے لگا۔اس بناء پر مجھے یہ معلوم ہوا کہ دراصل آغاز میں جب چھوٹی عدالتوں نے ناانصافی شروع کی تھی تو محض عوامی دباؤ کے نتیجے میں ایسا نہیں تھا، حکومت نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔حکومت نے ان پر یہ دباؤ ڈالا تھا کہ اگر تم ایسے فیصلے کروگے تو ہم تمہیں عوام سے کسی قسم کی حفاظت مہیا نہیں کریں گے اس لئے لازماً تمہیں ایسے فیصلے کرنے چاہئیں جو خود تمہاری حفاظت کا موجب بنیں اور عوام کو یہ موقع نہ ملے کہ وہ اپنے فساد کا منہ تمہاری طرف پھیر سکیں۔ یہ بات اس وقت ظاہر ہوئی اور ہمیں انتظار تھا کہ دیکھیں آئندہ حکومت کیا کرتی ہے۔تو جیسا کہ مَیں نے عرض کیا شروع شروع میں ضلعی اعلیٰ عدالتوں کی طرف سے ہمیں انصاف ملتا رہا اور پھر اچانک ان کی طرف سے بھی انصاف ملنا بند ہوگیا اور یہ وجہ تھی کہ نیچے کا دباؤ بھی تھا اور اوپر کا دباؤ بھی تھا۔ ویسی ہی صورت تھی جیسے حضرت نوحؑ کے زمانے کے سیلاب کا نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے کہ آسمان بھی پانی برسا رہا تھا اور زمین سے بھی تنّور پھوٹ پڑا تھا۔یعنی نیچے سے بھی اور اوپر سے بھی ایسا پانی برس رہا تھا جو غرق کرنے کے لئے برس رہا تھا، بچانے کے لئے نہیں۔ چنانچہ جب یہ دو پانی بہ گئے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر ان کی ہلاکت کا مضمون یقینی ہوگیا۔ بعینہٖ یہی صورت جو حضرت نوحؑ کے طوفان کی ہے وہ ہم اپنے ملک میں بھی کارفرما دیکھ رہے ہیں۔ نیچے کا پانی یعنی عوامی دباؤ جو مولویوں کا دباؤ تھا جسے عوامی دباؤ کی صورت دے دی گئی اور اوپر کا دباؤ یعنی حکومت کا دباؤ یہ دونوں پانی جب ملے ہیں تو پھر وہاں احمدیوں کے لئے کوئی بھی جائے پناہ باقی نہیں تھی۔

چنانچہ وکلاء نے مشورہ دیا کہ ان سے اونچی عدالتوں میں جایا جائے اور ہائی کورٹ کی طرف رجوع کیا۔اور آغاز میں ہائی کورٹ نے ہمیشہ انصاف کی حمایت کی لیکن پھر ان کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوا جو نچلی عدالتوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے اور ایسے ظالم جسٹس وہاں مقرر کئے گئے جن کو حکومت کی ہدایت بھی تھی اور علماء کا براہ راست دباؤ بھی تھا کہ احمدیوں کے معاملے میں تم نے ہرگز انصاف مہیا نہیں کرنا۔جسٹس خلیل الرحمٰن جو کوئٹہ کے ہیں، انہوں نے بھی اس سلسلے میں نہایت بھیانک کردار ادا کیا تھا۔احمدیوں کے خلاف سب سے گندہ فیصلہ اور ظالمانہ فیصلہ لکھنے میں جسٹس خلیل الرحمٰن کا نام ہمیشہ باقی رہے گا۔یعنی عزت کے ساتھ باقی نہیں رہے گا بلکہ وہ ذلّت کے ساتھ باقی رہے گا جو ہمیشہ خدا کے منکرین اور انبیاء کا مقابلہ کرنے والوں کے نصیب میں لکھی جاتی ہے۔پس جسٹس خلیل الرحمان جو کوئٹہ کی سپریم کورٹ کی عدالت کے جسٹس ہیں۔ دو جسٹس ہیں وہاں سپریم کورٹ کے، ان میں سے ایک خلیل الرحمٰن صاحب بھی

ہیں۔ ان کا حالیہ فیصلہ اس بحران کا موجب بنا ہے جو اس وقت درپیش ہے۔

مگر بہر حال اب میں واپس پھر اس سلسلے کی تاریخ بیان کرتا ہوں کہ ہائی کورٹ نے ایک لمبے عرصے تک جماعت احمدیہ کا ساتھ دیا اور ہر وہ ضمانت جو ایسے عدالتی کیسز (Cases) کے متعلق تھی جو کوئی وجہ جواز رکھتے ہی نہیں تھے، ہر ایسی ضمانت کو شروع میں ہائی کورٹ نے قبول کیا مثلاً 295/C کے مقدمات تھے جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ان کی ضمانت نہیں ہوسکتی یہ قانون میں داخل ہے مگر عدالت عظمیٰ نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ ان کی ضمانت ہوسکتی ہے کیونکہ بنیاد ہی جھوٹی ہے اور یہ کیس اس دفعہ سے تعلق ہی نہیں رکھتا کہ جس میں نعوذ باللہ احمدیوں نے حضرت اقدس رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی ہو۔ کچھ عرصے کے بعد ہائیکورٹ کا رویہ بدل گیا۔ ایسے جسٹس وہاں مقرر کئے گئے جن کا مختصر ذکر میں نے کیا ہے اور ان پر علماء کا دباؤ بھی ایسا تھا کہ بہت سے ایسے اقتباسات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا خلفاء کی کتابوں میں تھے انہیں نکال کر، توڑ مروڑ کر ان کے سامنے یہ مؤقف دیا گیا کہ جب احمدی آنحضرت ﷺ پر سلام اور درود بھیجتے ہیں تو بیچ میں سے ان کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام یعنی مرزا غلام احمد قادیانی ہوتے ہیں اور اوپر سے رسول اللہ ﷺ پر درود بھیج رہے ہیں اور اندر سے مرزا غلام احمد قادیانی پر درود بھیج رہے ہیں۔ اوپر سے ان کا کلمہ پڑھتے ہیں اور اندر سے مرزا غلام احمد کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ اس موقع پر میں نے اپنے وکلاء کو بار ہا یہ توجہ بھی دلائی کہ تمام دنیا میں جو انصاف کا تصور ہے وہ ملزم سے پوچھا کرتا ہے یعنی جج کا فرض ہے کہ ملزم سے پوچھے کہ کیا تم جب بھی کلمہ پڑھتے ہو تو دل میں مرزا غلام احمد قادیانی کا نام لیتے ہو؟ کیا تم جب بھی درود بھیجتے ہو تو کیا دل میں مرزا غلام احمد قادیانی پر درود بھیجتے ہو؟ یہ ایک بنیادی تقاضا ہے عالمی قانون کا جسے پورا کرنا ہر جج کا فرض ہے۔

کسی جماعت کے عقیدے کو ہر فرد کے اوپر اگر وہ عقیدہ ان کے نزدیک قابل اعتراض بھی ہو، ہر فرد بشر پر ٹھونسا نہیں جا سکتا۔ مؤقف ان کا یہ تھا کہ ان کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ تم جھوٹے ہو، ان کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بزرگ جن کی یہ کتابیں ہیں وہ یہ سمجھا کرتے تھے کہ جب محمد رسول اللہ کا نام لو تو دل سے مرزا غلام احمد قادیانی کا نام لیا کرو اس سے زیادہ وہ اور کچھ ثابت نہیں کر سکتے تھے۔ یعنی جھوٹے الزام کو اگر تسلیم کرنا بھی تھا تو اس صورت میں کیا جا سکتا تھا۔ عالمی قانون کا تقاضا تھا کہ ہر ملزم سے پوچھا جاتا کہ یہ کتابیں ہیں جن سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ تم چونکہ اس جماعت کے ممبر ہو تمہارا یہ عقیدہ ہونا چاہئے۔ کیا ہے؟ کیا واقعۃً تمہارا یہ عقیدہ ہے؟ تو وہ جس پر الزام لگایا گیا تھا بڑی جرأت کے ساتھ کہہ سکتا تھا کہ میں اس عقیدے پر لعنت ڈالتا ہوں اور میرا اس عقیدے سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ جب بھی میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتا ہوں تو اس رسول مکّی و مدنی کے سوا میرا ذہن کسی اور کی طرف منتقل نہیں ہوتا جو خاتم النبیین تھا۔ اور جب بھی میں آپؐ پر درود بھیجتا ہوں آپؐ کے سوا کسی اور پر درود نہیں بھیجتا سوائے اس کے کہ درود خود آل کو شامل کرتا ہے اور اس شمولیت میں میرا قصور نہیں بلکہ اگر قصور سمجھتے ہو تو درود بنانے والے کا قصور ہونا چاہئے۔ لیکن جہاں تک محمدؐ رسول اللہ کا تعلق ہے جب بھی میں درود بھیجتا ہوں آپؐ کے سوا کسی پر درود نہیں بھیجتا۔ محمدؐ نام سے وہی محمدؐ مراد ہیں جو مکّہ اور مدینہ کے محمدؐ ہیں، جو خدا کے آخری صاحب شریعت رسول تھے۔ یہ جواب عدالت کی طرف سے ہر ظالمانہ کارروائی کی راہ میں حائل ہو سکتا تھا اور ہونا چاہئے تھا مگر انصاف کے اس بنیادی تقاضے کو کبھی بھی احمدیوں کے حق میں قبول نہیں کیا گیا اور ان سے پوچھے بغیر ان کے خلاف فیصلے دے دئے گئے حالانکہ ان سے یہ پوچھنا چاہئے تھا یہ تمہارا عقیدہ ہے یا نہیں ہے۔ وہ جرأت سے کہتے ہرگز نہیں ہے۔ پھر دنیا کا کوئی قانون ان کو ملزم اور مجرم نہیں بنا سکتا تھا۔

پس اس پہلو سے ایک لمبے عرصے تک مظالم کا پانی اوپر چڑھتا رہا اور اس عدلیہ کے ظلم میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ہائی کورٹ بھی ڈوب گئی اور ان کے ہاں سے انصاف کا تصور کلیۃً غائب ہو گیا۔ پس ان سے اوپر کی پہاڑی سپریم کورٹ کی پہاڑی رہ جاتی تھی جس پر احمدی پناہ لے سکتے تھے اس پہاڑی پر بھی پانی چڑھ گیا اور ایک ایسا بحران قائم ہوا جسے ہم دستوری بحران کہہ سکتے ہیں۔ سپریم کورٹ نے بھی ان لوگوں کی حمایت کی جو ظلم کی حمایت کرنے والے تھے۔ اب بظاہر احمدیوں کے لئے یہ پہاڑیاں ڈوب گئیں لیکن وہ خدا جس کے علم میں تھا کہ ان کے لئے پہاڑیاں ڈوب جائیں گی اس نے ہمارے لئے کشتی نوح کا انتظام کر رکھا تھا۔ ایسا انتظام کر رکھا تھا جس نے کبھی ڈوبنا نہیں تھا۔ جن پہاڑیوں کو یہ ڈبو رہے تھے یہ اپنی نجات کی راہوں کو ختم کر رہے تھے، اپنی پناہ گاہوں کو ڈبو رہے تھے۔ آج جو بحران ہے وہ بعینہٖ یہی صورت ہے۔ ان لوگوں نے جنہوں نے احمدیوں کے لئے کوئی پناہ گاہ نہ چھوڑی، اپنے لئے بھی کوئی پناہ گاہ نہ چھوڑی۔ اب وہ سب عدالتیں اس پانی میں ڈوب چکی ہیں جو غرقابی کا پانی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان پر اترا ہے اور اس سے نجات کی اب ان کے لئے کوئی راہ باقی نہیں۔ وہ ملک جس کا آئین ڈوب جائے، وہ ملک جس کا آئین جماعت احمدیہ یعنی سچائی کی مخالفت کر رہا ہو اور خدا تعالیٰ اسے غرق کر دے اس کے لئے کوئی پہاڑی باقی نہیں رہا کرتی۔

یہی وہ مماثلت ہے جس کی وجہ سے میں نے حضرت نوحؑ کا ذکر کیا۔ حضرت نوحؑ کے بیٹے کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ پہاڑیاں مجھے پناہ دیں گی لیکن ایک پہاڑی سے اوپر منتقل ہوتے ہوئے آخر اس کے لئے ناممکن ہو گیا کہ کسی ایسی جگہ پہنچے جہاں سیلاب کا پانی اس کی پناہ گاہ کو غرق نہ کر دے۔ پس بعینہٖ یہی صورت اس وقت پاکستان کے آئینی بحران کی ہے۔ ان لوگوں کو بار ہا میں نے سمجھایا، خطبات کا ایک سلسلہ ہے جو اس بات کا گواہ ہے کہ میں نے خوب متنبہ کیا۔ میں نے کہا جو ذرائع تم نے جماعت کے خلاف استعمال کئے ہیں تقدیر الٰہی نے ہمیشہ تم پر الٹائے ہیں۔ کوئی ایک استثناء بنا کے دکھاؤ۔ ہمیشہ جو کچھ تم جماعت پر کرتے رہے اللہ کی تقدیر نے انہیں تم پر الٹا دیا اور آئندہ یہی ہوگا۔ لیکن جنہوں نے عقل نہیں کرنی، جن کو کبھی عقل نہیں آیا کرتی یہ وہ آنکھوں والے ہیں جو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی اندھے ہیں، وہ کانوں والے ہیں جو کانوں سے سنتے ہوئے بھی بہرے ہیں۔ اور اب قوم کو ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا گیا ہے جس سے نکلنے کا کوئی رستہ باقی نہیں سوائے اس کے یہ سارا قانون بھاڑ میں جھونک دیا جائے اور از سرِ نو انصاف پر مبنی قوانین بنائے جائیں۔ اب اس کے سوا کوئی رستہ دکھائی نہیں دے رہا۔ اگر یہ پانی میں ڈوبا ہے اس لئے کہ اسے آگ میں جھونکنا پڑتا ہے تو ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ قانون تو گیا۔ اب یہ قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اب قوم کے دانشوروں کا فرض ہے کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ آئندہ قانون میں وہ رخنے نہیں رہنے دیئے جائیں گے جن رخنوں کی راہ سے ملّائیت قانون میں داخل ہوتی ہے، جن رخنوں کی راہ سے ناانصافی قانون میں داخل ہوتی ہے۔ ایک ہی قانون ہے جو ملک کی حفاظت کر سکتا ہے جو قانون قائداعظم نے اپنے بیانات میں پیش کیا اور جس دستور کا قائداعظم نے تصور باندھا تھا اس میں ایک بھی ایسا رخنہ نہیں تھا جس کے ذریعے مُلّاں اس دستور میں دخل اندازی کر سکے۔

پس اب دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ اگر تو انہوں نے عقل حاصل کی، نصیحت پکڑی اور آئندہ جو قانون بنائے جائیں ان میں قائداعظم کے تصور کی طرف واپس لوٹ گئے تو چونکہ وہ تصور انصاف کا تصور تھا اس لئے میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ ایک ایسی صورت ہے جو اس ملک کو آئندہ

ہلاکتوں سے بچالے گی۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو اللہ کی تقدیر تو بہرحال غالب آنی ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ ضرور اپنے کرشمے دکھائے گی اور جو بھی کرشمہ دکھائے گی وہ لازماً جماعت احمدیہ کے حق میں ہوگا۔ یہ وہ تقدیر ہے جس کو مُلّاں بدل نہیں سکتا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28/نومبر 1997ء)

پھر 5/دسمبر 1997ء کے خطبہ جمعہ میں پاکستان کے آئینی بحران کے سلسلہ میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

❁ "گزشتہ جمعہ کے آغاز میں مَیں نے کچھ پاکستان کے حالات حاضرہ پر تبصرہ کیا تھا اور کچھ اندازے پیش کئے تھے جو اندازے دراصل ایک ایمانی کیفیت پر مبنی ہیں مگر ان کے پیش کرنے میں ایک لحاظ سے غلطی ہوئی۔ میں نے اندازہ پیش کیا تھا جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ میرے ایمان کا حصہ ہے کہ پاکستان میں جو فسق و فجور اور فساد کا سیلاب بڑھتا چلا جارہا ہے، اونچا ہو رہا ہے بالآخر اس نے عدالت عظمیٰ کو بھی ڈبو دینا ہے اور ڈبو رہا ہے۔ عدالت عظمیٰ کہنا چاہئے یا عدالت علیاء یعنی سپریم کورٹ۔ اس سلسلے میں مَیں نے یہ اندازہ پیش کیا تھا کہ ممکن ہے کہ اس سیلاب کے نتیجے میں وہ کانسٹی ٹیوشن ہی بہ جائے جس کانسٹی ٹیوشن نے ظلم وتعدی کا ایک سلسلہ جاری کیا ہوا ہے۔ ظاہری لفظوں میں یہ غالباً نہ کہا ہو مگر مضمون یہی تھا جس سے بہت سے احمدی یہ امید لگا بیٹھے تھے کہ اس مرتبہ وہ کانسٹی ٹیوشن جس نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے رکھا ہے وہ پوری طرح اس سیلاب کی نظر ہو جائے گی۔ یہ اندازہ غلط نکلا اور خدا تعالیٰ کی تقدیر کسی اور طرح ظاہر ہوئی ہے۔

اس سلسلہ میں چند باتیں جن پر مَیں اصرار کرنا چاہتا ہوں خواہ آپ اسے سردست پوری ہوتی ہوئی نہ بھی دیکھیں لیکن آئندہ ضرور پوری ہوتی دیکھیں گے وہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں اور موجودہ صورت حال نے جیسے پلٹا کھایا ہے وہ بھی آپ کو بتاتا ہوں۔ خیال یہ تھا کہ عدالت علیاء یعنی سپریم کورٹ جس آئینی بحران کا شکار ہو چکی ہے اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ آئین جس نے عدالت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے وہ آئین بھی اس دور میں ہم سے رخصت ہو اور نیا آئین بنے جس میں انصاف اور تقویٰ پر بنا ہو۔ یہ توقع تھی اور اس توقع کی وجہ ملک کی خیرخواہی ہی تھی کیونکہ مَیں اب بھی یقین رکھتا ہوں کہ اگر یہ آئین جس کا مَیں ذکر کر رہا ہوں یہ اسی طرح رہنے دیا گیا اور کوئی اور تبدیلی کا دور ایسا نہ آیا کہ اس آئین کو اٹھا کر ایک طرف پھینک دے تو یہ آئین ملک کو برباد کر دے گا اور اگر یہ آئین توڑا گیا تو بہتر ہے ورنہ یہ آئین ملک کو توڑ دے گا۔ اس لئے آخری بھلائی اور خیرسگالی ملک کی ہے۔ یہ بات ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ یا آئین رہے گا ورنہ اس آئین کو ملک کے توڑنے کی کھلی چھٹی دے دی جائے گی۔ یہ کیسے اور کب ہوگا اللہ بہتر جانتا ہے۔ مگر میرا یہ اندازہ تھا کہ شاید ابھی ارباب حل وعقد کو اتنی ہوش آچکی ہو کہ وہ دیکھ لیں کہ یہ آئین اب ملک کے کسی کام نہیں آسکتا۔ ردی کا پرزہ ہے جسے پھاڑ دینا ضروری ہے۔ اور اس آئین کے ساتھ اس ظلم کا بھی پھاڑا جانا ضروری تھا جو جماعت احمدیہ سے وابستہ ہے۔ اس آئین میں جتنی دفعہ بھی تبدیلیوں کی کوشش ہوئی ہے ہر تبدیلی کے وقت انصاف کے اس تقاضے کو بھلا دیا گیا کہ بنیادی طور پر یہ آئین نہ وہ آئین ہے جو قائداعظم چاہتے تھے، نہ وہ آئین ہے جو انصاف اور تقویٰ کا تقاضا چاہتا ہے اور خصوصاً اس آئین میں بار بار جماعت احمدیہ کے بنیادی حقوق کو نظرانداز کیا گیا ہے۔

یہ وجہ ہے جو مَیں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر یہ قانون یا یہ بنیادی ملک کا قانون جماعتی حقوق کو اسی طرح نظرانداز کرتا رہا اور اس میں مناسب تبدیلیاں نہ لائی گئیں تو پھر یہ قانون خود اس ملک کو چاٹ جائے گا جس ملک نے ہمارے حقوق چاٹے ہوئے ہیں۔ اس میں کسی انسانی کوشش کا کوئی دخل نہیں، کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس ملک کے قانون بنانے والوں کا خود اب آئندہ اس میں امتحان ہے کہ وہ ناجائز، غیر منصفانہ قانون کو ملک پر ٹھونسے رکھیں گے یا اسے تبدیل کریں گے۔

یہ پہلو جو ہے یہ درستی کے لائق اس لئے ہے کہ احباب نے میرے خطبے سے کچھ ایسی توقعات وابستہ کر لی تھیں کہ گویا آئندہ جمعے سے پہلے پہلے ملک کو ہوش آچکی ہوگی۔ لیکن ان کی بدقسمتی کہئے یا خدا تعالیٰ کی تقدیر کہ کچھ مخفی پہلو تھے جو میری نظر میں نہیں تھے جن کی وجہ سے اب اس معاملے میں کچھ تاخیر ہے۔ جو مخفی پہلو تھے ان میں سے ایک بات جواب سامنے ابھری ہے وہ یہ ہے کہ جو صدر صاحب پہلے گزرے ہیں وہ خود ایک نامنصف صدر تھے اور جماعت اسلامی سے ان کے گہرے مراسم تھے جو شروع سے چل رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قاضی صاحب (مراد جماعت اسلامی کے لیڈر قاضی حسین احمد۔ مرتب) بے وجہ اچھلتے رہے ہیں۔ یعنی پلّے میں کچھ ووٹ ہی نہیں تھے، ملک کی حمایت حاصل نہیں تھی لیکن شیخیاں ایسی بگھار رہے تھے کہ گویا سارے ملک پر قبضہ کرنے والے ہیں۔ اور اس آئینی بحران سے پہلے ان کے بیانات سے یوں لگ رہا تھا جیسے آئندہ دو سال کے لئے ملک پر صدر کے طور پر ٹھونس دئے جائیں گے یا وزیراعلیٰ کے طور پر ٹھونس دئے جائیں گے۔ چنانچہ کراچی میں جو جلسہ ہوا، دوسری جگہ جو انہوں نے بیانات دئے ان سب بیانات میں بچگانہ شوخی پائی جاتی تھی جس کا عقل سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ ایک ایسا جسے قوم بار بار ردّ کر چکی ہو، بڑے بڑے دعاوی کے باوجود، ٹیلی ویژن کے انتظامات کرنے کے باوجود قوم نے پہلے سے بھی بدتر سلوک کیا ہو اور محض ایک شیخی بگھارنے والے مولوی سے زیادہ اس کو وقعت نہ دی ہو ان کا یہ بڑے اصرار کے ساتھ دعاوی اور اس بحران کے دوران کراچی میں جا کر جلسہ عام میں یہ اعلان کرنا کہ بعید نہیں کہ یہ ملک اب دو سال کے لئے ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ دو سال کی مدت کا تصور کیوں آیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ پانچ یا دس سال بھی تو ہو سکتا تھا۔ یہ کوئی اندر کھاتے جس کو کہا جاتا ہے ان کا کوئی معاہدہ صدر مملکت سے تھا اور وہ شروع سے ہی جماعت اسلامی کی حمایت کر رہے ہیں اس لئے بعید نہیں تھا کہ وہ اسمبلی کو محروم کر دیتے یعنی Desolve کر دیتے اور پھر ان کو یہ بہانہ ہاتھ آجاتا کہ وقتی طور پر، عبوری طور پر دو سال کے لئے ملک جماعت اسلامی کے سپرد کر رہا ہوں اور پھر ان کا خیال یہ تھا کہ جماعت اسلامی جو پر پرزے نکالتی تو اس کے نتیجے میں ہمیشگی کے لئے ان کو ملک پر مسلّط کر دیا جاتا لیکن بعید نہیں تھا کہ پر کاٹ دئے جاتے جو جماعت اسلامی نکالتی اور ان کے مسلّط ہونے کا سوال ہی کوئی نہیں تھا۔ اگر صدر صاحب یہ کوشش کرتے تو صرف اس صورت میں ممکن تھا کہ فوج ان کی حمایت کرتی اور ان کے ذہن میں یہ بات رچی بسی تھی کہ فوج میری حمایت میں ہے۔ اس بناء پر واقعتہً جماعت اسلامی کو مسلط کیا جا سکتا تھا اگر فوج کی پوری پشت پناہی حاصل ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا ہے جسے ہم بظاہر ایک اپنے لئے مکروہ فعل دیکھ رہے ہیں کہ وہ انقلاب ابھی نہیں آیا کیونکہ اگر وہ انقلاب ابھی آجاتا اور موجودہ ٹولے کو فوقیت مل جاتی تو یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ ہماری فوج ان کے ساتھ ہوتی اور اگر فوج صدر صاحب کے ساتھ ہوتی تو لازماً انہوں نے دو سال کے لئے جماعت اسلامی کو مسلّط کر دینا تھا۔

پس جس چیز میں ہم اپنی برائی دیکھ رہے ہیں خدا کی تقدیر کی نگاہ میں وہ بھلائی ہے اور اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں۔ کیونکہ یہی تجزیہ جو حالات کا میں پیش کر رہا ہوں کئی پاکستان کے دوسرے دانشوروں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی بلا سے ملک کو بچا لیا ہے۔ مگر کچھ بلائیں ابھی باقی ہیں۔ وہ جو آئینی بحران ہے وہ تو جاری ہے اور آئندہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا یہ اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے لیکن اس

میں ذرہ بھی شک نہیں کہ آئینی بحران اسی طرح جاری ہے اور ابھی حل نہیں ہوا۔ بہت سے مقدمات جواب جاری ہوئے ہیں بعض لوگ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ سابقہ چیف جسٹس کو ہٹانے کا یہ اقدام کریں تو اسی اقدام کے تحت آج جو سپریم کورٹ میں بہت سے ججز مسلط ہیں ان کو بھی اسی اقدام کے تابع نکلوا دیا جائے۔ یہ جھگڑا، یہ لڑائیاں، یہ فسق و فجور، یہ فساد آپس کے، یہ الزامات کہ کروڑ روپیہ کھا کر ججوں نے اپنے مؤقف کو بدلا ہے یہ اسی طرح فضا میں اچھل رہے ہیں اور پاکستان کا ایک بھیانک تصور باقی دنیا میں پیش کر رہے ہیں۔ ان حالات کو مستقل جاری نہیں رہنا۔ یہ حقیقت ہے اور جاری رہ ہی نہیں سکتے۔ جس ملک میں اس قسم کا فساد ہو آخر کچھ نہ کچھ اس فساد کے نتیجے میں انقلاب آنا چاہئے۔ وہ انقلاب اگر قانون یعنی موجودہ آئین کو بہا نہ لے گیا تو پھر وہی بات ہوگی کہ آئین اس ملک کو بہالے جائے گا۔ یہ فکر ہے جس کے لئے مَیں جماعت کو بھی متوجہ کرتا ہوں کہ دعاؤں میں اس ملک کو یاد رکھیں۔ اکثر احمدیوں کا وطن نہیں ہے کیونکہ بھاری اکثریت احمدیوں کی اب دوسرے ملکوں میں پیدا ہو چکی ہے۔ لیکن اگر میرا وطن ہے یا ان کا وطن ہے جن کی کوششوں اور قربانیوں سے دراصل ساری دنیا میں احمدیت پھیل رہی ہے تو پھر تمام دنیا کو اس ملک سے اس قدر ہمدردی ہونی چاہئے کہ اسے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کی بھلائی فرمائے اور ملک کی رائیں اور آئین تبدیل ہو لیکن ملک ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔ یہ وہ دعا ہے جس کی طرف میں سمجھتا ہوں کہ توجہ کرنا لازم تھا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 دسمبر 1997ء)

✿ 12 دسمبر 1997ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں بیان فرمودہ مضمون کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے پاکستان کے دردناک حالات کا ذکر کرتے ہوئے کھلا کھلا انذار فرمایا۔ تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے سورۃ الانعام کی آیات 66 تا 68 کی تلاوت کی اور فرمایا:

"قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ۔ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ۔ وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ۔ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ۔ لِكُلِّ نَبَإٍ مُسْتَقَرٌّ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ۔

(سورہ الانعام آیات 66 تا 68)

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے، تو ان سے کہہ دے کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے بھی عذاب نازل کرے اور تمہارے پاؤں کے نیچے سے بھی یا تمہیں ایک دوسرے کے خلاف آپس میں مختلف گروہوں کی صورت میں لڑا دے اور تم میں سے بعض کی طرف سے بعض کو تکلیف پہنچائے۔ دیکھ ہم دلیلوں کو کس طرح بار بار بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھیں۔ اور تیری قوم نے اس امر یعنی پیغام محمد رسول اللہ ﷺ کو جھوٹا قرار دیا ہے حالانکہ وہ سچا ہے۔ تو ان سے کہہ دے کہ مَیں تمہارا ذمہ دار نہیں۔ ہر ایک پیشگوئی کی ایک حد مقرر ہوتی ہے اور تم جلد ہی حقیقت کو جان لو گے۔

یہ سورۃ الانعام کی وہ آیات ہیں جن کا آج کل ہمارے ملک پر بعینہٖ اطلاق ہو رہا ہے۔ اور اس قوم نے جو اپنے وقت کے امام کو جھٹلایا ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا سچا نمائندہ تھا تو عملاً انہوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیوں کا انکار کر کے آپؐ ہی کی تکذیب کی ہے خواہ یہ منہ سے مانیں یا نہ مانیں، اس حقیقت سے کوئی انکار ممکن نہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق ظاہر ہوئے تھے، جیسا کہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ آپؑ کی پیشگوئیوں کے مطابق ہی ظاہر ہوئے، تو پھر آپؑ کا انکار آنحضرت ﷺ کے فرمودات کا انکار ہے اور اس انکار کے نتیجہ میں جو کچھ خدا تعالیٰ ایسی قوم سے سلوک فرمایا کرتا ہے ان آیات میں اسی کا ذکر ہے۔

فرمایا:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ

ان کو بتا دو کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ تمہارے سر کے اوپر سے بھی عذاب لے آئے اور پاؤں کے نیچے سے بھی عذاب نکال دے یا تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے، گروہ در گروہ بانٹ دے يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ اور تم میں سے ایک گروہ کی طرف سے دوسرے کو تکلیف پہنچے اور آپس میں لڑائی پیدا ہو

انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ۔

دیکھ ہم کس طرح کھول کھول کر اپنے نشانات کو بیان کرتے ہیں تا کہ یہ لوگ سمجھ سکیں۔

وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ

اور تیری قوم نے تجھے جھٹلا دیا حالانکہ جو بات تو لے کر آیا وہ حق تھی۔ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ان سے کہہ دے کہ میں تم پر نگران نہیں ہوں۔ اللہ کی تقدیر جو فیصلہ کرنا چاہے گی وہ کرے گی اور میں اس میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ تمہیں اللہ کی تقدیر سے نہ میں بچا سکتا ہوں نہ کوئی اور بچا سکتا ہے۔ یہ مفہوم ہے قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ کا۔ تم اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہو، ان اعمال کی سزا چکھو گے تو مجھے ذمہ دار قرار نہ دو۔ لیکن اس قوم کو دوسری قوموں کی طرح یہ عادت پڑ چکی ہے کہ اپنے گناہوں کی پاداش کو دوسروں کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ وہ ذمہ داری خود قبول کرنے کی بجائے کسی دوسرے پر ذمہ داری ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

گزشتہ خطبہ جمعہ میں مَیں نے اس بات کا خوب کھول کر اعلان کیا تھا کہ توقع تھی کہ یہ ملک اس آئین کو جو عملاً ردّی ہو چکا ہے خود پھاڑ کر پھینک دے گا اور یہ بڑھتا ہوا سیلاب اگر آئین کو غرق نہ کر سکا تو یہ آئین ایسا غلط آئین ہے کہ یہ اس ملک کو غرق کر سکتا ہے۔ یہ ایک تنبیہ تھی اور بالکل صحیح تنبیہ تھی۔ اس میں ایک ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ بعینہٖ یہی بات قوم کی آواز تھی۔ لیکن جیسا کہ مُلّانوں کی عادت ہے انہوں نے وہ شور و غوغا مچایا سارے ملک میں کہ مرزا طاہر احمد نے اس بحران میں اپنا ملوث ہونا تسلیم کر لیا ہے اور یہ سارا بحران قادیانیوں کی کارروائی ہے۔ ایسے احمق لوگ ہیں کہ سوچ ہی نہیں رہے کہ یہ بات کیا کر رہے ہیں۔ اس بحران میں ملوث کون لوگ ہیں؟ ایک نواز شریف صاحب، ایک صدر مملکت، ایک سجاد صاحب جو سپریم کورٹ کے چیف جسٹس تھے اور کہتے ہیں کہ اب بھی ہوں اور دوسرے تمام چیف کورٹس کے جسٹس صاحبان اور مختلف صوبوں کی صوبائی عدالت انصاف کے نمائندے بھی۔ یہ سارے لوگ اس بحران میں ملوث ہیں۔

اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ بحران قادیانیوں نے پیدا کیا ہے تو ان سب پر مقدمہ ہونا چاہئے۔ ہر ایک کو عدالت میں پیش ہونا چاہئے اور ان سے پوچھا جائے کہ کیوں نواز شریف صاحب آپ کو جب قادیانیوں نے ملوث کیا تھا تو ملوث ہوئے کیوں؟ کچھ عقل کرنی چاہئے تھی!؟ قادیانی آپ کو اکسا رہے تھے اور آپ اچھل کر پھر اس معاملے میں دخل دینے لگے اور عدالت عالیہ سے ایک بحران میں الجھ گئے۔ اور پھر جسٹس سجاد سے سوال ہونا چاہئے تھا، چیف جسٹس بنے ہوئے ہو آپ کو اتنی عقل نہیں کہ قادیانیوں کے کہنے پر آپ نے اس بحران میں دخل دیا ہے۔ پھر باقی سب جج صاحبان کو پکڑنا چاہئے تھا اور لغاری صاحب کو خصوصیت سے پکڑنا چاہئے تھا اس لئے کہ لغاری صاحب نے اپنے بیان میں بعینہٖ یہی بات کہی ہے کہ یہ بحران قادیانیوں نے ہم پر مسلط کر دیا ہے۔ اس کا اوّل کردار تو خود لغاری صاحب ہیں۔ سارا جھگڑا تو ان کے گرد ہی گھوم رہا ہے۔

وہ اور قاضی صاحب یہ دو مل گئے ہیں۔ اللہ نے ایک جوڑی ملا دی ہے لیکن ان دونوں سے پوچھا تو جائے کہ احمقو! تمہیں جب قادیانیوں نے کہا تھا تم نے انکار کیوں نہیں کر دیا اور قادیانیوں کے کہنے پر تم بگٹٹ (یعنی جس کی باگ ٹوٹ جائے) بگٹٹ دوڑے ہو اور اس بحران میں ملوث ہو گئے ہو اور ملک کو ملوث کر دیا ہے۔ یہ ان کی حماقت کا حال ہے۔

دراصل مولویوں کو یہ احساس ہوا ہے کہ یہ آئین تو ٹوٹنے والا ہی ہے اور اگر یہ آئین ٹوٹ گیا تو احمدیوں والی دفعہ بھی ساتھ ہی نکل جائے گی۔ اچانک گھبرا کر وہ بیدار ہوئے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ چنانچہ ان سب نے بظاہر ایکے کا اعلان کیا ہے کہ ہم اس معاملے میں اکٹھے ہو جائیں گے اور یہ تنبیہ تھی قوم کے دانشوروں کو اور سربراہوں کو کہ احمدیوں والی کلاز (Clause) کو آپ ہاتھ نہ لگانا ورنہ ہم فساد برپا کریں گے۔ اور یہ بات بیوقوف بھول گئے کہ یہ فساد برپا کرنے کی سازش تو قاضی حسین احمد اور لغاری صاحب کی ہے۔ اگر اس معاملے میں فساد برپا ہوتا ہے تو لیڈر شپ ان کے ہاتھ میں آتی۔ اور سارے ملاّں بیوقوف بن جائیں گے اور اگر ابھرے تو اس فساد کے نتیجے میں یہی ابھریں گے۔ عجیب قوم ہے ان کو اپنے سامنے ہوتے ہوئے معاملات بھی دکھائی نہیں دے رہے۔ دکھائی دیتے ہیں تو سمجھ نہیں آ رہی، ہر طرف حماقت کا دور دورہ ہے۔

اب جو میرے الفاظ تھے وہ یہ تھے ان میں سے ایک تو مَیں بیان کر چکا ہوں۔ ’’اگر احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والا آئین نہ ٹوٹا تو ملک ٹوٹ جائے گا یعنی وہ آئین ملک کو لے ڈوبے گا‘‘۔ یہ اعلان تھا۔ اس کے مقابل پر یہ ایک اعلان سن لیجئے۔ سردار ابراہیم صاحب کہتے ہیں ’’جسٹس سجاد، فاروق لغاری کو بھی لے ڈوبے‘‘۔ بعینہٖ وہی بات جو مَیں کہہ رہا ہوں یہ خود مانتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں۔ پھر اور بھی (اخبار) جنگ میں اسی طرح لے ڈوبے کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور جو شور مچانے والے ہیں وہ یہ اعلان کر رہے ہیں۔ ’’بات کھل گئی، عدلیہ، پارلیمنٹ کا لڑانا قادیانیوں کی سازش تھی‘‘۔ عدلیہ، پارلیمنٹ اور صدر یعنی سارے اتنے احمق لوگ ہیں کہ قادیانیوں کی باتوں میں آ کر ایک دوسرے سے لڑ پڑے۔ تو جو لڑے ہیں ان کو پکڑو، ان کے خلاف مقدمے چلاؤ۔ غدار تو وہ ہیں جو ہمارے کہنے پر لڑ پڑے، میں لندن میں بیٹھا کیسے غدار ہو گیا۔ جو پاکستان میں بیٹھے ہوئے ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں اور ملک سے غدّاری کر رہے ہیں ان کو پکڑو۔ مولانا امجد صاحب ’’آئین توڑنے کی سازشیں ہو رہی ہیں اور مرزا طاہر احمد کے خلاف غدّاری کا مقدمہ درج کر کے واپس یہاں لایا جائے‘‘۔ مجھے تو جب لائیں گے آپ، دیکھی جائے گی۔ جو ہیں وہاں ان کو تو پکڑ لو پہلے۔ ان کے خلاف تو غداری کے مقدمے قائم کرو۔ آگے سنئے ’’بحران قادیانیوں نے پیدا کیا، لغاری نورانی ملاقات میں اتفاق رائے‘‘ لغاری صاحب تو شامل ہیں اس اتفاق میں۔ عجیب و غریب ہستی ہیں یہ۔ خود صدر ہیں سارا جھگڑا فساد انہوں نے مچایا ہوا تھا۔ آخر یہ جھگڑا ان کو لے ڈوبا اور ساتھ قاضی حسین احمد کو بھی لے ڈوبا اور آخر پر مل کر یہ بیان جاری کیا ہے کہ قادیانیوں کی سازش تھی جو یہ بحران پیدا ہوا ہے۔ جسٹس رفیق تارڑ صاحب فرما رہے ہیں، ’’حالیہ بحران کے پیچھے قادیانی تھے۔ کھیل کی ناکامی سے سب سے زیادہ نقصان مرزا طاہر احمد اور اس کی جماعت کو ہوا ہے، مریدوں میں بھی کمی آ گئی‘‘۔ سبحان اللہ! حد سے زیادہ احمق قوم ہے۔ یہ جسٹس ہوا کرتے تھے رفیق تارڑ صاحب، ان کی دماغی حالت یہ ہے۔ کہتے ہیں سب سے زیادہ نقصان مرزا طاہر احمد اور اس کی جماعت کو ہوا اور اگر مجھے اور میری جماعت کو ہوا تو اس بحران میں کیسے ملوث ہو گیا۔ لیکن مراد اُن کی یہ ہے کہ میرا بحران نافذ کرنے کا ارادہ ناکام ہوا اس لئے جماعت کو نقصان پہنچا ہے۔ نقصان تو سارا ملک رو رہا ہے کہ ملک کو پہنچا ہے اور اس ملک کے لئے میں نے دعا کا اعلان کروایا تھا کہ ساری جماعت دعا کرے کہ اس ملک کو نقصان نہ پہنچے۔ اگر نقصان پہنچنا ہے تو اس بیہودہ آئین کو پہنچ جائے جو ملک کو ڈبو رہا ہے۔ یہ مریدوں کی کمی والا واقعہ بھی ان سے پوچھنا چاہئے اور ان سے پتہ کرنا چاہئے۔ ’’آئین کو ختم کرنے کی سازشیں عروج پر ہیں مرزا طاہر پر غداری کا مقدمہ چلایا جائے۔ یہ بات صحیح لگتی ہے کہ قادیانی ملک توڑنے کی سازشوں میں مصروف ہیں‘‘۔ یہ راجہ ظفرالحق صاحب کا بیان ہے۔ آگے ہے ’’مرزا طاہر کی تقریر ملک کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کا اعلان ہے۔ اس کے خلاف غدّاری کا مقدمہ چلایا جائے۔ قادیانیوں کی سرگرمیوں کا نوٹس لے کر ملک کی سالمیت کا تحفظ کیا جائے‘‘۔ یہ عطاء اللہ شاہ بخاری کے بیٹے کا اعلان ہے۔ اب یہ تو وہ الزامات ہیں جو مجھ پر لگائے جا رہے ہیں اور جماعت پر لگائے جا رہے ہیں۔

اور اب وہ ملک کا اپنا حال جو ملک کے اخباروں میں چھپ رہا ہے اس میں سے چند اقتباسات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ رفیق باجوہ صاحب، ’’آئین متنازعہ ہو چکا ہے ترامیم ختم کر دی جائیں تو 1973ء کا آئین بہترین ہے‘‘۔ یہی تو میں نے کہا تھا کہ وہ ساری ترامیم 73ء کے آئین میں جماعت کے خلاف داخل کی گئی ہیں ان کو ختم کر دینا چاہئے۔ پھر تمہارے بچنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ وہ صاحب جو ہمارے مخالف سمجھے جاتے ہیں اور پہلے سالوں میں بہت مخالفت بھی کی رفیق باجوہ صاحب اب خود یہ اعلان کر رہے ہیں ’’ترامیم ختم کر دی جائیں تو 73ء کا آئین بہترین ہے‘‘ ’’کیا 73ء کا آئین ناکام ہو گیا ہے؟‘‘ اس موضوع پر دانشوروں کی آراء ہیں۔ ڈاکٹر باسط صاحب، ’’کوئی آئین موجود نہیں اگر تصور کر لیا جائے کہ 73ء کا آئین موجود ہے تو یہ بھی موجودہ حالات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ نئے آئین کی ضرورت ہے‘‘۔ جب میں کہوں نئے آئین کی ضرورت ہے تو کہتے ہیں یہ غدار ہے اور سارا ملک کہہ رہا ہے اور کوئی غداری کا مقدمہ قائم نہیں کیا جا رہا۔ پھر رفیق باجوہ صاحب کا اعلان، ’’موجودہ آئین تضادات کا شکار ہے جس سے فکر اور عقیدہ کا فقدان ہے۔ 73ء کا آئین متفقہ آئین تھا مگر بعد میں حکمرانوں نے اقتدار کو طول دینے اور ذاتی مقاصد کے لئے اس میں ترامیم کیں جن سے آئین متنازعہ ہو گیا‘‘۔ یہ کہہ رہے ہیں مَیں نے بغاوت کا اعلان کیا ہے۔ بالکل جھوٹ ہے کہیں سارے بیان میں کسی بغاوت کا کوئی اعلان نہیں۔ لیکن جو کھلم کھلا بغاوت کا اعلان کر رہے ہیں ان کو نہیں پکڑ رہے۔ مولانا فضل الرحمان نے کہا، ’’ضرورت اس بات کی ہے کہ اس وقت قوم کے اندر ابھرنے والی بغاوت کو منظّم کر کے اس نظام کے خلاف تحریک چلا کر اس کا تیا پانچا کیا جائے‘‘۔ میں نے تو کہا تھا کہ آئین کرے گا اگر کرے گا۔ آئین غلط ہے وہ ملک کو غرق کرے گا اور یہ کہہ رہے ہیں کہ سارے ملک میں بغاوت ہونی ضروری ہے۔ یعنی پاکستان میں بیٹھا ملاّں بیان دے رہا ہے اور کسی کو جرأت نہیں کہ اس کا منہ بند کرے۔ مسعود صاحب سابق وزیر قانون ہیں وہ فرماتے ہیں، ’’1973ء کا آئین تمام ملک کی ضروریات پوری کرتا ہے اس میں ترامیم کر کے اس کا حلیہ بگاڑ دیا گیا ہے۔‘‘

فضل الرحمان صاحب وہی ملاّں فرماتے ہیں۔

’’ملک بے آئین ہو کر رہ گیا ہے اور تمام اقدامات ماورائے آئین اٹھائے گئے ہیں‘‘۔

اب دیکھیں جو ملک بے آئین ہو گیا ہو اس کے آئین کے متعلق اگر میں تبصرہ کروں تو وہ تو بغاوت ہے لیکن ایک ملاّں کہے کہ ملک بے آئین ہو گیا ہے اور ملک کے خلاف بغاوت ہونی چاہئے، آئین کے خلاف نہیں سارے ملک کے خلاف، اس کو کوئی نہیں پکڑتا۔ کموڈور طارق مجید صاحب لکھتے ہیں۔

’’اس وقت آئین کا ستیاناس کر دیا گیا ہے۔ آئین کی اتنی

خلاف ورزیاں کی گئی ہیں کہ سپریم کورٹ میں خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ آئین ایسے لگے گا جیسے ناقص قسم کا کاغذ کا کوئی ٹکڑا ہو۔"

ناقص ردّی کاغذ کا ٹکڑا مجھے تو یاد نہیں کہ میں نے کہا ہو لیکن اگر میں نے کہا بھی تھا تو یہی تو بات ہے جواب ملک کے دانشور کہہ رہے ہیں کہ ردّی کاغذ کے ٹکڑے سے زیادہ اس قانون کی حیثیت نہیں رہی۔ سلطان سہروردی صاحب ایڈووکیٹ لکھتے ہیں۔

"چیف جسٹس سجاد علی شاہ کے بارہ میں کوئٹہ بنچ کے فیصلے کے بعد یہ کہنا کہ آئین ابھی باقی ہے منافقت کے سوا کچھ نہیں"۔ پس یہ ساری قوم جھوٹ اور منافقت اور تضادات کا شکار ہو چکی ہے۔ غنویٰ بھٹو صاحبہ لکھتی ہیں، "نظام تبدیل کئے بغیر ملک بحرانوں سے نہیں نکل سکتا۔"

روزنامہ خبریں میں ایک اداریہ لکھا گیا ہے جس میں بہت سی تفاصیل، بہت سے مشورے دئے ہیں جو بعینہ ان نتائج کے مطابق ہیں جو میں نے اخذ کئے تھے۔ لیکن بعینہ مطابق ہیں کہنا درست نہیں اس سے بہت زیادہ آگے بڑھ گئے ہیں اور ملک کے اندر رہتے ہوئے یہ لوگ کھلم کھلا ملک کے خلاف بغاوت کا اعلان کر رہے ہیں۔ اعلان کے ساتھ آئین کو ردّی کا ٹکڑا قرار دے رہے ہیں۔ وہی الفاظ استعمال کر رہے ہیں کہ یہ بحران اس کو بھی لے ڈوبا، اسکو بھی لے ڈوبا، عدالت علیاء کو بھی لے ڈوبا اور صدر کو بھی لے ڈوبا۔

اب بتائیں سازش کس کی ہے۔ یہ ساری باتیں ہم یہاں بیٹھے قوم سے کروا رہے ہیں!!؟ اگر ساری قوم اس قدر پاگل ہو چکی ہے کہ یہاں بیٹھے میرے کہنے کے مطابق بحران کے بعد بحران کا شکار ہوتی چلی جا رہی ہے تو ساری قوم کو غدّار قرار دے کر پھانسی دے دینی چاہئے پھر۔ لیکن مَیں یہ نہیں کہتا یہ ایک مُلّاں کہہ رہا ہے۔ میرے نزدیک حالات حاضرہ پر تبصرہ کرنا کوئی جرم نہیں ہے، یہ کوئی غدّاری نہیں ہے۔ اور ساری قوم بالکل صحیح کہہ رہی ہے کہ اس قانون کو، اس آئین کو جواب اس قابل نہیں رہا کہ ملک پر مسلط کیا جائے اسے دُور کر دیا جائے تو پھر ملک کو دوبارہ اطمینان کا سانس نصیب ہو سکتا ہے۔ یہ تو آئین سے متعلق باتیں تھیں۔

مَیں قوم کو دوبارہ متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے قرآن کریم نے جو کچھ فرمایا ہے یہ آپ کے ساتھ ہو رہا ہے اور مزید ہوگا۔ اگر آپ کو کوئی چیز بچا سکتی ہے تو آپ کی ایک دوسرے سے منافقت اور مناقشت نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کی متحدہ دعائیں ہی آپ کو بچا سکتی ہیں۔ جو بچانے والے ہیں ان کو تو آپ نے اپنا دشمن سمجھ لیا ہے۔ جن کی دعائیں خدا کے حضور، خدا کی بارگاہ میں قبولیت کے ساتھ دیکھی جاتی ہیں ان کو آپ نے اپنا دشمن بنا رکھا ہے۔ اور آپ تو دعا کے مضمون سے ہی ناواقف ہیں۔ صرف چیخ و پکار اور ایک دوسرے کو گالیاں دینا، ایک دوسرے کے گریبان چاک کرنا یہ آپ کا شیوہ بن گیا ہے۔

اس لئے اس ملک سے بدبخت ملّاں کو نکالو، یہ آپ کی گردنوں پر سوار ہے یہی بحران لاتا ہے اور اگر آئندہ کوئی بحران مزید آیا تو یہی مُلّاں لانے کا سبب بنے گا۔ اس لئے اپنے دشمن کو پہچانو اور عقل کرو۔ اگر پاکستان سے ملّائیت کا خاتمہ کر دیا جائے تو یہ ملک دنیا کے عظیم ترین ممالک میں شمار ہونے لگے گا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا، یہ ایک ایسا بیان ہے جسے قلم زد نہیں کیا جا سکتا۔ آپ چیخیں چلّائیں جو مرضی اس کے خلاف کہیں لیکن اس بات کو اپنے دلوں پر، اپنے سینوں پر لکھ لیں کہ اس ملک سے اگر مُلّاں کا فساد دُور کر دیا جائے اور اسے اس ملک کے امور سلطنت میں دخل اندازی سے کلیۃً الگ کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ بہت بڑا عظیم ملک بن کر ابھر سکتا ہے۔ پس ہماری یہ تمنا ہے اور یہ دعائیں ہیں۔ اب انہیں جس طرح چاہیں غلط رنگ میں آپ پیش کرتے رہیں۔ مگر وہ غلط رنگ میں ان کا پیش کرنا آپ کے خلاف جائے گا۔ کیونکہ ہمیں ایک قادر مطلق پر ایمان ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ کی نصرت ہمارے ساتھ ہے اور وہ ہمارے دل کی آہوں کو سنتا ہے۔ اور تمہاری یاوہ گوئی جو سنتا ہے تو تمہارے خلاف ردّ عمل کے لئے سنتا ہے، تمہاری یاوہ گوئی کو خود تمہارے خلاف استعمال کرنے کے لئے تمہاری باتیں سنتا ہے۔ لیکن جماعت احمدیہ کی تائید میں ہمیشہ ہماری پشت پناہی پہ ہمارا خدا کھڑا ہے اور ہمیشہ کھڑا رہے گا آپ اس حقیقت کو تبدیل نہیں کر سکتے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12/دسمبر 1997ء)

احمدیہ گزٹ کینیڈا میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

اشتہارات کے لئے درج ذیل فون نمبر پر رابطہ کریں۔

مبشر احمد خالدؔ

فون نمبر: 647-988 3494

ای میل: manager@ahmadiyyagazette.ca

ہوں بندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں

کلام حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہ

بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں
ہوں بندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں

میں اپنے سیاہ خانۂ دل کی خاطر
وفاؤں کے خالق! وفا چاہتا ہوں

جو پھر سے ہرا کر دے ہر خشک پودا
چمن کے لئے وہ صبا چاہتا ہوں

مجھے بَیر ہرگز نہیں ہے کسی سے
میں دُنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

وہی خاک جس سے بنا میرا پتلا
میں اس خاک کو دیکھنا چاہتا ہوں

نکالا مجھے جس نے میرے چمن سے
میں اس کا بھی دل سے بھلا چاہتا ہوں

مِرے بال و پَر میں وہ ہمّت ہے پیدا
کہ لے کر قفس کو اُڑا چاہتا ہوں

کبھی جس کو رِشیوں نے مُنہ سے لگایا
وہی جام اَب مَیں پِیا چاہتا ہوں

رقیبوں کو آرام و راحت کی خواہش
مگر مَیں تو کرب و بَلا چاہتا ہوں

دِکھائے جو ہر دَم ترا حسن مجھ کو
مِری جاں! میں وہ آئنہ چاہتا ہوں

سیرت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند درخشندہ خصوصیات

مکرم مولانا اخلاق احمد انجم صاحب مربی سلسلہ

دفتر وکالت تبشیر لندن کے دیرینہ خادم سلسلہ مکرم مولانا اخلاق احمد انجم صاحب نے جامعہ احمدیہ یوکے، کے جلسہ یوم مصلح موعود 2018ء کے موقع پر ایک نہایت علمی اور تحقیقی مقالہ پیش کیا۔ ہم فاضل مقالہ نگار کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے ہماری درخواست پر اپنا قیمتی مقالہ احمدیہ گزٹ کینیڈا میں شائع کرنے کی غرض سے عطا فرمایا۔ جو افادۂ عام کے لئے ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

(ادارہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ذاتہ ایک کائنات تھے۔ ایک حسین و جمیل کائنات وسیع و عریض جس کی وسعتوں کا احاطہ کرنا اور حسن و جمال کا بیان مجھ جیسے کم علم کے لئے ممکن نہیں، آپؓ کی سیرت میں خصوصیت کے ساتھ آپؓ کے تعلق باللہ، عشقِ رسول ﷺ، قرآن کریم سے قلبی لگاؤ، اسلام کے لئے درد، صداقت کو پھیلانے کی تڑپ، عاجزی و انکساری، بنی نوع انسان سے گہری ہمدردی اور ان کی خاطر ایثار، بیوی بچوں، دوستوں بہنوں بھائیوں اعزہ سے سلوک، دشمن سے سلوک، چھوٹوں سے پیار، بڑوں کا احترام، عورت کی عزت، مظلوم کے لئے غیرت، آپؓ کی وفا، امانت، دیانت، خدا کا خوف، انسانوں سے بے خوفی، حیا بردباری، وقار، مہمان نوازی، تحمل، صبر، مزاح اور اسی طرح فطرت انسانی کے بے شمار پہلو ہیں، جن کو مدنظر رکھتے ہوئے آپؓ کی سیرت پر روشنی ڈالی جاسکتی ہے اور سینکڑوں واقعات سیرت کے بیان ہوسکتے ہیں لیکن یہ بیان ایک طویل محفل کا تقاضا کرتا ہے۔ اس مختصر سے وقت میں، میں چند اہم پہلوں پر انتہائی اختصار کے ساتھ لب کشائی کی جسارت کروں گا۔

اللہ تعالیٰ سے محبت

اللہ تعالیٰ سے محبت آپؓ کی سیرت کا نمایاں اور عظیم پہلو ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شغف و انہماک اور محبت الٰہی کی خوشبو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہر حرکت و عمل سے ظاہر ہوتی ہے۔ بچپن سے ہی دعاؤں سے آپؓ کو پکا لگاؤ تھا اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں مکمل گرفتار ہو چکے تھے۔ بچپن سے ہی آپؓ اللہ کے حضور گریہ و زاری کرتے اور اسلام کی فتح کے دن دیکھنے کی اس سے بھیک مانگتے۔

آپؓ خود فرماتے ہیں:

میں اپنے نفس کو جانتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ محبت اگر مجھے ہے تو خدا تعالیٰ سے ہے بلکہ بعض دفعہ مجھے رشک آجاتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ کیا نبیوں کے دل میں مجھ سے زیادہ خدا تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے؟ بس میں اپنے دل کو جانتا ہوں اور میرا رب میرے دل کو جانتا ہے۔

(خطباتِ محمودؓ، جلد 16، صفحہ 118)

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

ہم نے اپنی آنکھوں سے آپؓ کا بچپن دیکھا اور پھر اسی بچپن میں آپؓ کے ایثار اور آپؓ کی نیکی اور تقویٰ کو خوب دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ آپؓ کے قلب میں دین کا ایک جوش موجزن تھا اور بچپن سے ہی آپؓ دعاؤں میں اس قدر محو اور غرق ہوتے تھے کہ ہم تعجب سے دیکھا کرتے تھے کہ یہ جوش ہم میں کیوں نہیں۔ آپؓ بعض وقت دعا میں ایسے محو ہوتے تھے کہ ہم ہاتھ اٹھائے اٹھائے تھک جاتے تھے لیکن آپؓ کو اپنی محویت میں اس قدر بھی معلوم نہ رہتا کہ کس قدر وقت گذر گیا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سورج گرہن کی نماز پڑھنے کے لئے ہم مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے نماز کی امامت مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے کی اور نماز کے بعد مولوی صاحب نے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ سے عرض کی کہ میاں آپ دعا شروع کریں۔ آپؓ نے دعا شروع فرمائی مگر آپؓ اس دعا میں ایسے محو ہوئے کہ آپؓ کو یہ خبر ہی نہ رہی کہ میرے ساتھ اور بھی لوگ دعا میں شریک ہیں۔ دعا میں جس قدر لوگ شامل تھے ان کے ہاتھ اٹھے اٹھے اس قدر تھک گئے کہ وہ شل ہونے کے قریب ہو گئے اور کئی کمزور صحت کے لوگ تو پریشان ہو گئے۔ تب مولوی محمد احسن صاحب نے جو خود بھی تھک چکے تھے دعا کے خاتمہ کے الفاظ کہنے شروع کئے جسے سن کر آپ نے دعا ختم کرائی۔

(تاریخ احمدیت، جلد 4، صفحہ 24)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دعاؤں کے ساتھ آپؓ کو ایک عجیب نسبت تھی۔ دعاؤں نے ہی آپؓ کو خلعت وجود بخشا۔ دعائیں ہی آپؓ کا سرمایہ حیات رہیں۔ دعاؤں کی لوریاں سنتے ہی آپؓ کا بچپن گذرا۔ گنگناتی ہوئی دعائیں آپؓ کو تھپک تھپک کر سلایا کرتی تھیں اور دعاؤں کی نرم و ملائم آواز ہی آپؓ کو خواب راحت سے بیدار کرتی تھی۔ آپؓ کی تعلیم دعاؤں کے ساتھ ہوئی۔ آپؓ بیمار ہوئے تو دعاؤں سے اچھے ہوئے۔ آپؓ کمزور ہوئے تو دعاؤں نے آپ کو توانائی بخشی۔ زندگی کے ہر گذرے ہوئے دور نے دعاؤں کے ساتھ آپؓ کو الوداع کہی۔ زندگی کے ہر آنے والے دور نے دعاؤں کے ساتھ آپؓ کا استقبال کیا۔ ہر دروازہ جو آپؓ پر کھلا دعاؤں کے ساتھ کھلا اور ہر باب جو آپ پر بند ہوا دعاؤں کے ساتھ بند ہوا۔

(سوانح فضل عمرؓ، جلد 2، صفحہ 1)

(آپؓ کی اہلیہ) حضرت سیدہ مریم صدیقہ (ام متین) کا ایک بیان آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

آپؓ کو اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت تھی۔ اسلام کے لئے کتنی تڑپ تھی۔ اس کی مثال کے طور پر ایک واقعہ لکھتی ہوں۔ عموماً شادیاں ہوتی ہیں اور دولہا دولہن ملتے ہیں تو سوائے عشق اور محبت کی باتوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ مجھے یاد ہے کہ میری شادی کی پہلی رات بے شک عشق و محبت کی باتیں بھی ہوئیں مگر زیادہ تر عشق الٰہی کی باتیں تھیں۔ آپؓ کی باتوں کا لب لباب یہ تھا ایک طرح سے مجھ سے عہد لیا جا رہا تھا کہ میں ذکر الٰہی اور دعاؤں کی عادت ڈالوں۔

دین کی خدمت کروں اور آپؓ کی عظیم ذمہ داریوں میں آپؓ کا ہاتھ بٹاؤں۔ بار بار آپؓ نے اس کا اظہار فرمایا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ۔ 25 مارچ 1966ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ایم ایم احمد) اللہ تعالیٰ کے حضور آپؓ کی گریہ وزاری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یوں تو جب بھی آپؓ بیت الدعا سے باہر تشریف لاتے تو دعاؤں میں گریہ وزاری کے نتیجہ میں آپؓ کی آنکھیں سرخ اور متورم ہوتیں۔ لیکن ایک واقعہ جس کا آج تک میرے دل ودماغ پر گہرا اثر ہے۔ ...

میں رات کو اپنے قادیان والے گھر کے باہر والے مردانہ حصہ کے صحن میں سویا ہوا تھا۔ گرمیوں کا موسم تھا کہ میری آنکھ دردناک دل ہلا دینے والی کرب میں ڈوبی ہوئی آواز سے کھل گئی اور مجھے خوف محسوس ہوا جب میں نیند سے پوری طرح بیدار ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تہجد کی نماز میں جو آپؓ حضرت ام ناصر والے مکان کے اوپر والے صحن میں ادا فرما رہے تھے جس کی دیوار ہمارے گھر سے ملحقہ تھی کی دردناک دعاؤں کی آواز تھی۔ میں نے غور سے سننے کی کوشش کی تو آپؓ بار بار اھدنا الصراط المستقیم کو اتنے گداز سے پڑھ رہے تھے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہانڈی ابل رہی ہو مجھے یوں لگا کہ آپؓ نے اس دعا کو اتنی مرتبہ پڑھا جیسے کبھی ختم نہ ہوگی۔ اس رات کی یاد مجھے جب تک زندہ ہوں کبھی نہ بھولے گی۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 16 فروری 1996ء)

مئے عشق خدا میں سخت ہی مخمور رہتا ہوں
یہ ایسا نشہ ہے جس میں کہ ہر دم چور رہتا ہوں

وہ ہے مجھ میں نہاں غیروں سے پردہ ہے اسے لازم
تبھی تو چشم بدبیناں سے میں مستور رہتا ہوں

ایک اور شعر میں اپنی محبت کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔

یا الٰہی تری الفت میں ہوا ہوں مجنوں
خواب میں ہی کبھی تجھ کو جو پالوں تو کہوں

سیر و تفریح کے وقت بھی آپؓ کو عبادت کی طرف دھیان رہتا تھا۔ آپؓ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ میں دہلی گیا ہوا تھا۔ میری مرحومہ بیوی سارہ بیگم اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم نے امتحان پاس کیا تھا اور میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ امتحان پاس کرنے کے بعد تمہیں آگرہ اور دہلی وغیرہ کی سیر کراؤں گا میں انہیں دہلی کا قلعہ دکھانے لے گیا جب سیر کرتے کرتے ہم قلعہ کی مسجد کے پاس پہنچے تو میں نے اپنی بیوی اور بچی سے کہا کہ اب تو یہ قلعہ فوج کے قبضہ میں ہے نہ معلوم یہاں خدا تعالیٰ کا ذکر کبھی کسی نے کیا ہے یا نہیں آؤ ہم نماز پڑھ لیں۔ چنانچہ ہم نے وہاں پانی منگوایا وضو کیا اور نماز پڑھی۔ ... میں بہت دیر تک نماز میں مشغول رہا اور دعائیں کرتا رہا۔

عشق رسول ﷺ

اللہ تعالیٰ سے عاشقانہ تعلق کے بعد آپؓ کو اولین وآخرین میں سے جس وجودِ مقدس اور مطہر کے ساتھ سب سے زیادہ محبت اور عقیدت تھی اور جس کی یاد میں آپؓ کی روح ہر وقت گداز رہتی اور حمد کے ترانے گاتی وہ سید الاولین والآخرین حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہے۔

حضرت سیدہ مریم صدیقہ چھوٹی آپا حرم حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ مجھے کبھی یاد نہیں کہ آپؓ نے آنحضرت ﷺ کا نام لیا ہو اور آپؓ کی آواز میں لرزش اور آپؓ کی آنکھوں میں آنسو نہ آ گئے ہوں۔

آپؓ کی عمر مبارک صرف اٹھارہ برس کی تھی کہ آپؓ نے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یاد میں شعر کہنے شروع کئے جس سے قطعی طور پر یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ جنابِ الٰہی کی طرف سے عشقِ رسول ﷺ کا جذبہ ابتدا سے ہی آپؓ کی فطرت کو ودیعت کیا گیا تھا اور آپؓ کی روح کو روحِ مصطفویؐ سے ایک خاص نسبت و تعلق تھا۔ چنانچہ 1907ء میں فرمایا۔

محمدؐ میرے دل میں مثلِ جاں ہے
یہ ہے مشہور جاں ہے تو جہاں ہے

کروڑ جاں ہو تو کردوں فدا محمدؐ پر
کہ اس کے لطف و عنایات کا شمار نہیں

دیکھ لینا ایک دن خواہش میری بر آئے گی
میرا ہر ذرہ محمدؐ پر فدا ہو جائے گا

1908ء میں جب کہ آپؓ کی عمر صرف انیس سال کی تھی۔ آپؓ نے آنحضرت ﷺ کی شان میں ایک پُر کیف نعت تحریر فرمائی:

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا راہنما ہے
میرا دل اس نے روشن کر دیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے
میرا ہر ذرہ ہو قربان احمد
مرے دل کا یہی اک مدعا ہے
اسی کے عشق میں نکلے مری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اک مزا ہے
مجھے اس بات پر ہے فخر محمودؔ
میرا معشوق محبوب خدا ہے
ہو اس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شہنشاہ ہر دو سرا ہے
اسی سے میرا دل پاتا ہے تسکین
وہی آرام میری روح کا ہے
خدا کو اس سے مل کر ہم نے پایا
وہی اک راہ دیں کا راہنما ہے

آپؓ کی یہ محبت صرف زبانی نہیں تھی بلکہ آپؓ نے آنحضرت ﷺ کی عظمت اور مقام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے سیرت النبی ﷺ کے جلسے منعقد کروائے۔ آپؓ کی متعدد تصانیف وتقاریر، مثلاً سیرت النبی ﷺ، دنیا کا محسن، اسوہ کاملؐ، دیباچہ تفسیر القرآن، سیرِ روحانی، سیرت خیر الرسلؐ تو ذکرِ نبوی ﷺ کے لئے مخصوص ہیں، جن کی سطر سطر سے عشقِ رسالت کے چشمے پھوٹتے ہیں مگر اس وقت حضورؓ کی دل آویز، روح پرور، ایمان افروز ایک تحریر پیش کرتا ہوں جس سے عصر حاضر کے اس بے نظیر عاشقِ رسول ﷺ کے مقامِ عشق و محبت کی ایک جھلک ہمارے سامنے آتی ہے۔ آپؓ نے اپنے عہدِ مبارک کے سال اوّل کے اختتام پر ایک کتاب 'حقیقۃ النبوۃ' تالیف فرمائی جس کے صفحہ 185 پر تحریر فرمایا:

نادان انسان ہم پر یہ الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعود کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت ﷺ کی ہتک کرتے ہیں۔ اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم، اسے اس محبت اور پیار کا کس طرح علم ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد ﷺ کے لئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد ﷺ کی محبت میرے اندر سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے۔ میرا دل ہے۔ میری مراد ہے۔ میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے۔ اس کی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہ ہفت اقلیم ہیچ۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے۔ پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا اک محبوب ہے پھر میں اس سے محبت کیوں نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا

قرب نہ تلاش کروں۔ میرا حال مسیح موعود کے اس شعر کے مطابق ہے۔

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

عشق قرآن

آپؓ کی سیرت کا ایک اور حسین اور دلکش پہلو آپؓ کی قرآن سے محبت ہے۔ اپنے ایک شعر میں اس محبت کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

بھلاؤں یاد سے کیونکر کلام پاک دلبر ہے
جدا مجھ سے تو اک دم کو بھی قرآں ہو نہیں سکتا

ایک جگہ فرماتے ہیں:

میں اپنے دل کو جانتا ہوں اور میں مقدس سے مقدس مقام میں کھڑا ہو کر غلیظ سے غلیظ قسم اس بات کے لئے کھا سکتا ہوں کہ ... اس کے کلام کی محبت سے میرا دل لبریز ہے اور اس کی اشاعت کے لئے مجھے اتنا جوش ہے کہ کسی اور چیز کے لئے اتنا جوش نہیں۔

(خطباتِ محمودؓ، جلد 16 صفحہ 112)

قرآن کریم کی اشاعت کا جوش تو اس قدر تھا کہ آپ نے قرآن کریم کے درسوں کا انتظام کیا۔ باوجود دوسری مصروفیات کے خود درس قرآن دیتے اور قرآن کے مطالب لوگوں کے سامنے بیان کرتے۔ آپؓ نے نماز فجر کے بعد اور نماز ظہر کے بعد دن میں دو دفعہ درس دینا شروع کیا۔ پھر آپؓ نے 1928ء کے جلسہ سالانہ پر فضائل قرآن کے عنوان سے تقاریر کا ایک سلسلہ شروع فرمایا اور اپنی تقریروں میں قرآنی علوم و معارف بیان فرمائے۔ پھر آپؓ کی تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر جو کئی جلدوں پر مشتمل ہیں آپؓ کی قرآن مجید سے بے پناہ محبت کا مینار ہیں جن میں قرآن کے بے مثل معارف اور ابدی پیغام کو انتہائی خوبصورت اور اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت سیدہ مریم صدیقہ حرم حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں:

جن دنوں تفسیر کبیر لکھی نہ آرام کا خیال رہتا نہ سونے کا نہ کھانے کا بس ایک ہی دھن تھی کہ کام ختم ہو جائے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھتے ہیں تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی اذان ہو گئی اور لکھتے چلے گئے۔

تفسیر صغیر لکھی ہی آپؓ نے بیماری کے حملہ کے بعد ہے یعنی 1954ء میں طبیعت کافی کمزور ہو چکی تھی۔... ڈاکٹر کہتے آرام کریں۔ فکر نہ کریں زیادہ محنت نہ کریں لیکن آپؓ کو ایک ہی دھن تھی کہ قرآن کریم کے ترجمہ کا کام ختم ہو جائے۔ بعض دن صبح سے شام ہو جاتی اور لکھواتے رہتے۔ ... قرآن کریم کی تلاوت کا کوئی وقت مقرر نہ تھا جب بھی وقت ملا تلاوت فرماتے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ۔ 21 فروری 2004ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے
محبت اور عقیدت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کو حد درجہ عقیدت اور محبت کا رشتہ تھا۔ چنانچہ جب آپؓ شعور کی عمر کو پہنچے تو آپؓ نے 1898ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ 1898ء میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ گو بوجہ احمدیت کی پیدائش میں پیدائش سے ہی احمدی تھا۔ گویا یہ بیعت میرے احساس قلبی کے دریا کے اندر حرکت پیدا کرنے کی علامت تھی۔

(تاریخ احمدیت، جلد 4، صفحہ 41-44)

آپؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بچپن سے ہی عقیدت تھی۔ آپؓ کی اس محبت اور عقیدت کا اظہار اس واقعہ سے ہوتا ہے جس کا ذکر خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ رات کے وقت صحن میں سو رہے تھے کہ بادل زور شور سے گھر آئے اور بجلی نہایت زور سے کڑکی۔ وہ کڑک اس قدر شدید تھی کہ ہر شخص نے یہی سمجھا کہ گویا بالکل اس کے پاس گری ہے۔...

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو صحن میں سو رہے تھے چارپائی سے اٹھ کر کمرہ میں جانے لگے اور دروازہ کے قریب پہنچے کہ بجلی زور سے کڑکی۔ میں اس وقت آپؑ کے پیچھے تھا میں نے اسی وقت اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر آپؑ کے سر پر رکھ دئے کہ اگر بجلی گرے تو مجھ پر گرے آپؑ پر نہ گرے۔

فرماتے ہیں۔ اب یہ ایک جہالت کی بات تھی بجلیاں جس خدا کے ہاتھ میں ہیں اس کا تعلق میری نسبت آپؑ سے زیادہ تھا بلکہ آپؑ کے طفیل میں بھی بجلی سے بچ سکتا تھا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہاتھوں سے بجلی کو نہیں روکا جا سکتا مگر عشق کی وجہ سے مجھے ان باتوں میں سے کوئی بات بھی یاد نہ رہی۔ محبت کے وفور کی وجہ سے یہ باتیں میری نظر سے اوجھل ہو گئیں اور میں نے اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔

(خطباتِ محمودؓ بحوالہ تاریخ احمدیت، جلد 4، صفحہ 20)

وسیع القلبی

آپؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا وسیع دل عطا فرمایا تھا کہ آپؓ اپنے کسی دشمن کے لئے بھی بددعا کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک شخص نے آپؓ سے کہا کہ ثناء اللہ جو جماعت کا بہت مخالف تھا اس کے لئے بددعا کیوں نہیں کرتے، آپؓ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے بڑا دل دیا ہوا ہے۔

ایک موقع پر فرمایا: میں فخر کے طور پر نہیں بلکہ آپ لوگوں کو تحریص دلانے کے لئے کہتا ہوں کہ ہمارے سلسلہ کا سب سے بڑا دشمن ثناء اللہ ہے۔ مجھے اس سے بھی محبت ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ میں کسی سے دشمنی کے لئے پیدا ہی نہیں کیا گیا بلکہ ہر ایک کے ساتھ محبت کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا آپؓ اس بلند و بالا ہستی کے مثیل اور خلیفہ تھے جو فرماتے ہیں۔

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں میں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیض گھٹایا ہم نے

مطالعہ کا شوق

آپؓ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا اور آپؓ نے ہر فن، ہر مذاق اور ہر رنگ کی کتابیں پڑھی ہیں۔ آپؓ نے خود اس بات کا ذکر فرمایا کہ میں کتابوں کے پڑھنے کا اتنا شائق ہوں کہ کتابوں کا کیڑا کہنا چاہئے۔ (روزنامہ الفضل قادیان۔ 21 نومبر 1921ء)

ماہر ہومیو پیتھ

آپؓ ایک ماہر ہومیو پیتھ تھے اور اس علم میں بھی آپؓ کا مطالعہ اپنی وسعت میں پاک و ہند کے اکثر نامور ہومیو پیتھ ڈاکٹروں سے زیادہ تھا۔ آپؓ کے ہاتھوں سے سینکڑوں مریضوں نے شفا پائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

آپؓ کے ہاتھوں میں غیر معمولی شفا تھی جس کا ایک گواہ میں خود بھی ہوں۔ یوں تو بیسیوں مرتبہ مختلف بیماریوں میں آپؓ کی مرسلہ ہومیو پیتھ دوائیں استعمال کیں اور فائدہ اٹھایا لیکن ایک مرتبہ تو اس سرعت سے فائدہ ہوا کہ یقین نہیں آتا تھا۔ میں آدھے سر

کی شدید درد میں مبتلا تھا جو اس حد تک تھی کہ منہ سے بات نکالنی مشکل تھی۔ بمشکل اپنی والدہ حضرت سیدہ مہر آپا کو تکلیف سمجھا کر دعا اور دوا کی درخواست کے ساتھ حضور کی خدمت میں بھجوایا جو دعا حضور نے کی وہ اللہ بہتر جانتا ہے جو دوا حضور نے بھیجی منہ میں رکھ کر حضرت مہر آپا کے چند سوالات کے جوابات دیتا رہا جس میں دو تین منٹ کا وقفہ صرف ہوا ہوگا آخر پر جب رخصت ہوتے ہوئے انہوں نے پوچھا کہ سر درد کا کیا حال ہے تو اس وقت مجھے یاد آیا کہ مجھے سر درد تھی۔ اس مختصر عرصہ میں سر درد کے پیچھے رہنے والے اثرات بھی مٹ چکے تھے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تنہا دعا کا اثر تھا یا دوا کا۔ دونوں ہی خدا تعالیٰ کے جاری کردہ قوانین ہیں۔ ہاں اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اگر دعا کا اثر تھا تو وہ اس دوا کے لباس میں ظاہر ہوا۔ جسمانی دنیا میں آپؓ کے دست شفا کے معجزے گو بہت کثیر اور بہت عجیب ہیں لیکن درحقیقت آپؓ کی شفا کا حلقہ دنیائے روحانیت سے تعلق رکھتا تھا اور اطبائے روحانی میں آپؓ بلاشبہ اپنے زمانہ کے بے مثل طبیب اور سالارِ قافلہ تھے اور اس بلند بانگ دعویٰ کا حق رکھتے تھے۔

میری طرف چلے آئیں مریض روحانی
کہ ان کے دردوں دکھوں کے لئے طبیب ہوں میں

(روزنامہ الفضل ربوہ۔ 16 فروری 2006ء)

محنت کی عادت

آپؓ محنت کے ایسے عادی تھے کہ آپ کی روزمرہ زندگی کا پروگرام ایک مضبوط قویٰ کے حامل انسان کے لئے بھی کہ جسے مافوق العادت نصرتِ الٰہی حاصل نہ ہو، اعصاب شکن ثابت ہو سکتا تھا۔

پنج وقتہ نماز کی امامت، بیسیوں مختلف المزاج انسانوں سے روزانہ ملاقات، جماعت کی مختلف انجمنوں اور مجالس کے کاموں کی تفصیلی نگرانی اور راہنمائی۔ روزانہ سینکڑوں خطوط کا مطالعہ اور ان کے جوابات، ذاتی کاموں اور مشکلات کے سلسلہ میں روزانہ بیسیوں مشورے اور امداد کے طالبین کے لئے رہنمائی اور امداد۔ ہومیو پیتھ اور طبی علاج کے ضمن میں مریضوں کو مشورے، تمام دنیا میں اسلام کے دشمنوں کی طرف سے کئے جانے والے خطرناک حملوں سے دین کا دفاع، اور ٹھوس علمی تحقیقات کے بعد تصانیف کی صورت میں ان کا موثر جواب۔ آئے دن سلسلہ عالیہ احمدیہ پر کئے جانے والے حملوں کا دفاع اور ان کے جوابات، روزانہ دینی اور متفرق موضوعات پر سینکڑوں صفحات کا مطالعہ، تمام جائیداد اور کاروبار نیز اپنی ذاتی جائیداد اور کاروبار کی نگرانی، اپنے وسیع خاندان کی نگہداشت، جسمانی صحت برقرار رکھنے کے لئے سیر اور بعض کھیلوں میں حصہ لینا، آئے دن مختلف تقریبات میں شمولیت اور طویل تقاریر، سخت تھکا دینے والے طویل کاموں کی سرانجام دہی کے بعد جب رات بارہ ایک یا دو بجے آپ سوتے تو تہجد کے لئے پھر طلوع فجر سے قبل بیدار ہو جاتے۔

عطر سازی اور دوا سازی میں بھی آپؓ کو دلچسپی تھی۔ خصوصاً اول الذکر سے تو غیر معمولی شغف تھا۔

گھوڑ سواری کا بھی آپؓ کو شوق تھا اور ایک ماہر گھوڑ سوار تھے اسی طرح تیراکی میں بھی دلچسپی تھی اور تیراکی کی لمبی دوڑ میں جوانوں کو پیچھے چھوڑ جاتے تھے مسلسل کئی گھنٹے تک تیر سکتے تھے۔

لان ٹینس بھی ایک عرصہ تک کھیلتے رہے اور ٹیبل ٹینس میں بھی دلچسپی رکھتے تھے۔

عاجزی وانکساری

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت میں عاجزی و انکساری اور تواضع کے اوصاف نمایاں تھے۔ آپؓ کی عاجزی و انکساری کے بے شمار واقعات ہیں۔

سیدنا حضورؓ احمدیہ مسجد بیرون دہلی دروازہ میں تشریف لائے جہاں احمدیہ جماعت لاہور کے احباب کثیر تعداد اور بعض بیرونی احباب بھی حضور سے شرف نیاز حاصل کرنے کے لئے جمع تھے۔ حضورؓ نے سب کو مصافحہ کا موقع عطا فرمایا اور پھر فرش مسجد پر بیٹھ گئے۔ چونکہ مجمع زیادہ تھا اور سب احباب حضورؓ کی زیارت نہ کر سکتے تھے اس لئے یہ خواہش کی گئی کہ حضورؓ کرسی پر رونق افروز ہوں لیکن جب کرسی لائی گئی اور حضورؓ سے اس پر بیٹھنے کے لئے عرض کیا گیا تو حضورؓ نے پسند نہ فرمایا۔ احباب کے اشتیاق کو دیکھ کر جب پھر کرسی پر بیٹھنے کے لئے عرض کیا گیا تو حضورؓ نے فرمایا میں یہ پسند تو نہیں کرتا کہ سب احباب فرش پر بیٹھے ہوں اور میں کرسی پر بیٹھوں لیکن چونکہ احباب کی خواہش ہے کہ مجھے دیکھ سکیں اس لئے میں کھڑا ہو جاتا ہوں اور باوجود اس کے کہ بیماری کی وجہ سے میری صحت کمزور ہے اور میرے لئے تقریر کرنا مشکل ہے مگر احباب کو کچھ سنا بھی دیتا ہوں۔ چنانچہ حضورؓ نے کھڑے ہو کر آیت **لا یمسہ الا المطھرون** کی نہایت لطیف تفسیر بیان فرمائی۔

(ماہنامہ انصار اللہ ربوہ۔ جولائی 2009ء)

27 جنوری 1928ء حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ ایم اے کے ہاں دعوت ولیمہ تھی جس میں اکثر معززین جماعت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدعو تھے۔ جس کمرہ میں نشست گاہ کا انتظام تھا وہاں لکڑی کے دو تخت بچھے تھے جن پر حضرت اقدسؓ کے لئے نشست گاہ بنائی گئی اور چونکہ وہ کافی لمبے چوڑے تھے اس لئے حضور کے ساتھ اور بھی کئی اصحاب بیٹھ سکتے تھے۔ باقی کمرہ میں دیگر اصحاب کے بیٹھنے کے لئے فرش کیا گیا لیکن جب حضورؓ کمرہ میں تشریف لائے اور اس جگہ رونق افروز ہونے کی درخواست کی گئی تو حضور نے یہ دیکھ کر کہ وہ جگہ کمرہ کے دوسرے فرش سے اونچی ہے وہاں بیٹھنا پسند نہ فرمایا۔ اور فرمایا اور دوست نیچے بیٹھیں تو میں اوپر کس طرح بیٹھ سکتا ہوں اور نچلے فرش پر بیٹھ گئے۔

(روزنامہ الفضل قادیان۔ 31 جنوری 1938ء صفحہ 4)

پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسروں کی تکلیف کا بہت احساس تھا۔ جب بھی جماعت کے کسی فرد کو تکلیف میں دیکھا اپنے آرام کو ترک کر دیا اور اس کی تکلیف کو دور کرنے کی سعی دعا اور دوا دونوں طرح سے کی۔

حضرت سیدہ مہر آپا نے بیان کیا۔ ایک گرم اور حبس والی رات گیارہ بجے دروازہ کھٹکا، ان دنوں بجلی ابھی ربوہ میں نہیں آئی تھی۔ حضورؓ لالٹین کی روشنی میں صحن میں لیٹے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے حضورؓ نے مجھے کہا دیکھو کون ہے؟ میں نے دریافت کیا اور آ کر حضورؓ سے کہا کہ ایک عورت ہے اور کہتی ہے کہ میرے خاوند کو حضورؓ نے دوائی دی تھی اس سے بہت افاقہ ہوا ہے، مگر اب طبیعت پھر خراب ہو گئی ہے دوائی لینے آئی ہوں۔ آپ نے فرمایا کمرہ میں جاؤ فلاں الماری کے فلاں خانے سے فلاں دوائی نکال لاؤ۔ گرمی مجھے بہت محسوس ہوتی ہے اور یہ موسم میرے لئے ہمیشہ ناقابلِ برداشت رہا ہے اپنی اس کمزوری کی بنا پر میں کہہ بیٹھی ''یہ کوئی وقت ہے آنے کا'' میں اسے کہتی ہوں کہ صبح آ جائے اندر جا کر تو حبس میں میرا سانس نکل جائے گا۔ اس پر حضورؓ نے بڑے جلال سے فرمایا تم اس اعزاز کو جو خدا نے مجھے دیا ہے چھیننا چاہتی ہو۔ ایک غرض مند میرے پاس اپنی ضرورت لے کر آتا ہے یہ خدا کی دی ہوئی عزت ہے کہ مجھے خدمت کا موقع ملتا ہے اسے میں ضائع کر دوں تو قیامت کے دن خدا کو کیا شکل دکھاؤں گا، میں خود جاتا ہوں میں نے کہا آپ نہ جائیں گرمی بہت ہے میں چلی جاتی ہوں حضورؓ نہ مانے اور خود اندر گئے اور دوائی لا کر اسے دی اور ساتھ ہی اسے ہدایت کی کہ صبح آ کر اپنے خاوند کی خبر دے۔

مہمان نوازی

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

ڈلہوزی کی بات ہے حضورؓ اپنی نئی کوٹھی میں تشریف فرما تھے۔ ان دنوں یہ دستور تھا کہ باہر سے آنے والے تمام ملاقاتی خواہ جماعتی کام کے لئے حاضر ہوں یا ذاتی کام کے لئے آئیں، حضورؓ کے ذاتی مہمان شمار ہوتے تھے۔ اور حضورؓ اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ انہیں کھانے سے متعلق کسی قسم کی شکایت نہ ہو۔ چونکہ بعض دفعہ مہمان اور افراد خانہ کی کثرت کے باعث کھانے کا معیار گر جاتا تھا۔ اس لئے حضورؓ کے اہلِ بیت میں سے وہ زوجہ محترمہ جن کے ہاتھ کھانے کا انتظام ہوتا اس خیال سے کہ حضورؓ کی خوراک بہت تھوڑی ہے اگر کھانا معمولی قسم کا ہو تو غذائیت بھی پوری نہیں ہوگی۔ حضورؓ کے لئے خاموشی کے ساتھ کچھ الگ کھانا پکوا لیتی تھیں۔

ایک دفعہ ایسے ہی موقع پر حضورؓ نے پہلا نوالہ اٹھایا ہی تھا کہ خادمہ کی کسی بات سے حضورؓ نے یہ اخذ فرمالیا کہ مہمانوں کو جو کھانا دیا جا رہا ہے وہ اس سے مختلف ہے جو حضورؓ تناول فرمانے لگے ہیں۔ یہ معلوم کرتے ہی لقمہ واپس پلیٹ میں پھینک دیا اور بغیر کچھ کھائے میز سے اٹھ کر اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے، یہ کہتے ہوئے کہ، میں ایسا کھانا نہیں کھا سکتا کہ مجھے بہتر کھانا ملے اور مہمانوں کو ادنیٰ۔

حضورؓ کے اس ہاتھ کھینچنے پر تمام اہلِ بیت نے کیا بڑے نے، اور بچے نے اپنے اپنے ہاتھ کھینچ لئے اور اس رات کسی نے کھانا نہیں کھایا۔ (ماہنامہ خالد ربوہ۔ دسمبر 1968ء)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ مورخہ 18 فروری 2011ء میں پیش گوئی مصلح موعود کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

آپؓ کے کام کو دیکھ کر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشگوئی کی شوکت اور روشن تر ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے اور جیسا کہ میں نے کہا اصل میں تو یہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی ہے جس سے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد ﷺ کے اعلیٰ اور دائمی مرتبے کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تعلق صرف ایک شخص کے پیدا ہونے اور کام کر جانے کے ساتھ نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کی حقیقت تو تب روشن تر ہوگی جب ہم میں بھی اس کام کو آگے بڑھانے والے پیدا ہوں گے جس کام کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئے تھے اور جس کی تائید و نصرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو مصلح موعود عطا فرمایا تھا جس نے دنیا میں تبلیغ اسلام اور اصلاح کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا دیں۔

پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرہ میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔

پس اگر ہم اس کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو 'یوم مصلح موعودؑ' کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 11 مارچ 2011ء، صفحہ 9)

ایک عظیم الشان پیش گوئی اور ایک عظیم الشان وعدہ

تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ اُن کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور اُن کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ ...

تیری ذرّیت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دُنیا منقطع ہو جائے عزّت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دُنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 102)

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ

خود خدا کی ذات نے اس کو بنایا معتبر

مظہرِ ثانی ، مسیحِ پاک کا لختِ جگر
چاند ایسا وہ کہ جس کی روشنی تھی معتبر

رحمتِ باری نے بھیجا کلمۂ تمجید سے
تین کو تھا چار کرنے والا وہ فضلِ عمرؓ

ربّ تعالیٰ نے عطا کی خلعتِ مصلح موعود
بارشِ فضل و کرم اُس پر ہوئی تھی اس قدر

رہبری کے واسطے اُس کو خدا نے چن لیا
نوجوانی اور کڑا تھا عزم و ہمت کا سفر

پھر دیئے اس کو علوم ظاہری و باطنی
وہ زکی لڑکا ، وجیہہ و پاک چہرہ ، دیدہ ور

اُس کی تقریروں میں کھلتے تھے امیدوں کے کنول
اور چمکتے اس کی تحریروں میں تھے لعل و گوہر

دینِ حق کے واسطے وہ تھا دلائل کا پہاڑ
اُس کی باتوں میں تھی خوشبو اور دعاؤں کا اثر

جانبِ منزل رواں تھا اور بظاہر خالی ہاتھ
بس دعائیں ہی دعائیں اس کا تھا زادِ سفر

کر دیا ممسوح اُسے عطرِ رضا مندی کے ساتھ
خود خدا کی ذات نے اُس کو بنایا معتبر

ربِ کعبہ سے کیا وعدہ نبھایا آپؓ نے
لمحے بھر کو بھی نہ ستایا وہ چھاؤں دیکھ کر

عنموائیل و صاحبِ دولت و عظمت اور شکوہ
وہ منظّم وہ مفکر ، اہلِ دل ، اہلِ نظر

فتنۂ پیغام کے چھکے چھڑا کر رکھ دیئے
منکروں کے پرخچے اُس نے اڑا کر رکھ دیئے

(مکرم عبدالکریم قدسی صاحب)

پاکستان کے معروف قانون دان اور دانشور

بیرسٹر چوہدری اعتزاز احسن کے ایک انٹرویو پر تبصرہ

مکرم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب محقق

مکرم سید طاہر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اشاعت برائے ایم ٹی اے پاکستان ربوہ نے جماعت احمدیہ کے محقق مکرم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کا ایک علمی اور تحقیقی تبصرہ ہمیں ازراہ شفقت عنایت فرمایا ہے جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں اور ممنون احسان بھی۔ جو افادۂ عام کے لئے ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

روزنامہ پاکستان لاہور 3 نومبر 2018ء میں مکرم خالد ہمایوں صاحب کا ایک کالم 'بے معنی سوالات' کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں انہوں نے عارف میاں صاحب کی کتاب 'پاکستان، آئین اور عدلیہ' کے بعض حصوں پر اظہارِ ناپسندیدگی فرمایا ہے۔

خاکسار کی ان گذارشات کا مقصد مکرم عارف میاں صاحب کی کتاب پر تبصرہ کرنا نہیں ہے لیکن خالد ہمایوں صاحب نے اس کالم میں اس کتاب کے صفحہ 105 اور 106 سے ایک اقتباس درج کیا ہے۔ اس اقتباس میں موجود بعض واضح تاریخی غلطیاں ایسی ہیں جن کے متعلق حقائق پیش کرنا ضروری ہے۔

وہ اس کتاب میں مکرم اعتزاز احسن صاحب کے انٹرویو کا ایک حصہ ان الفاظ میں درج کرتے ہیں۔ کہ جب عارف میاں صاحب نے اعتزاز احسن صاحب سے دوسری آئینی ترمیم کے بارہ میں سوال کیا (یعنی اس ترمیم کے بارہ میں سوال کیا جس میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔) تو اعتزاز احسن صاحب نے کہا:

''یحییٰ بختیار (جو اس وقت اٹارنی جنرل تھے) بتاتے ہوتے تھے کہ شاید آئینی ترمیم نہ آتی۔ جب جرح کر رہے تھے تو امیر جماعتِ احمدیہ مرزا طاہر نے اس سوال پر کہ حلفیہ بتائیں جو جماعتِ احمدیہ میں نہیں ہیں، آپ انہیں مسلمان سمجھتے ہیں یا نہیں؟ مرزا طاہر نے قومی اسمبلی کے سامنے نفی میں جواب دیا، جس پر قومی اسمبلی کے ممبران میں ہیجان پیدا ہوا۔ اس وجہ سے یہ ترمیم کی گئی۔ ...''

مکرم اعتزاز احسن صاحب ایک ذمہ دار شخصیت ہیں اور ملک کے وفاقی وزیر بھی رہ چکے ہیں۔ وہ جو بھی رائے رکھیں یہ اُن کا حق ہے لیکن کم از کم ان سے یہ توقع تھی کہ وہ کوئی انٹرویو دیتے ہوئے غلط تاریخی حقائق بیان نہیں کریں گے۔ لیکن ان چند سطروں میں اتنی زیادہ غلطیاں کی گئی ہیں کہ شاید اس سے زیادہ غلطیاں چند سطروں میں نہ سما سکتیں۔ اگر انہوں نے یہی فرمایا تھا تو اس کے بارہ میں یہ عرض ہے۔

1۔ قومی اسمبلی کی اس سپیشل کمیٹی کی کارروائی 1974ء میں ہوئی تھی اور اُس وقت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ نہیں تھے۔ اُس کارروائی کے دوران تقریباً تمام سوالات کے جوابات امام جماعتِ احمدیہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے دیئے تھے۔

2۔ شاید یہ سوال اٹھایا جائے کہ مرزا طاہر احمد صاحب اُس وقت جماعتِ احمدیہ کے امام نہیں تھے، لیکن وہ جماعتِ احمدیہ کے اُس وفد میں شامل تھے جس نے قومی اسمبلی میں جماعتِ احمدیہ کا موقف پیش کیا تھا اور شاید اسی حیثیت میں انہوں نے یہ جواب دیا ہو۔ تو اس بارہ میں عرض ہے کہ اب کئی سال سے یہ تمام کارروائی شائع ہو چکی ہے۔ اور پیپلز پارٹی کی حکومت کے دور میں ہی قومی اسمبلی کی طرف سے یہ کارروائی شائع کی گئی تھی۔ یہ کارروائی Proceedings of the Special Committee of the Whole House Held in Camera to Consider Qadiani Issue. کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے صفحہ نمبر 1 سے 1508 تک جماعتِ احمدیہ کے وفد سے کئے جانے والے سوالات اور ان کے جوابات درج ہیں۔

یہ کارروائی گواہ ہے کہ اس دوارن کسی ایک سوال کا جواب صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے نہیں دیا تھا۔ اس طرح یہ دعویٰ بالکل غلط ثابت ہو جاتا ہے۔

جہاں تک اعتزاز احسن صاحب کے اس دعوے کا تعلق ہے تو اس کی تردید کے لئے یہ دو نکات ہی کافی ہیں جن کو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اعتراض اٹھانے والوں سے تمام رعایت کرتے ہوئے، اب یہ جائزہ لیتے ہیں کہ جب یحییٰ بختیار صاحب نے جماعتِ احمدیہ کے وفد سے اس قسم سوالات کئے تو ان کا جواب کیا دیا گیا تھا۔ اب اس بارہ میں مکمل حوالوں کے ساتھ حقائق پیش کئے جاتے ہیں۔

☆ یحییٰ بختیار صاحب نے 7 اگست 1974ء کو امام جماعتِ احمدیہ سے سوال کیا کہ اگر ایک شخص بانی سلسلہ احمدیہ کے دعاوی کو تسلیم نہیں کرتا اُس کو آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ قومی اسمبلی کی طرف سے جو کارروائی شائع کی گئی ہے، اُس کے مطابق امام جماعتِ احمدیہ نے یہ جواب دیا:

''جو شخص حضرت مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتا لیکن وہ نبی اکرم ﷺ حضرت خاتم الانبیاء کی طرف خود کو منسوب کرتا ہے اس کو کوئی شخص غیر مسلم کہہ ہی نہیں سکتا۔''

اتنے واضح جواب کے بعد بھی یحییٰ بختیار صاحب نے یہ سوال دہرایا تو امام جماعتِ احمدیہ نے پھر یہ واضح جواب دیا:

''میں تو یہ کہہ رہا ہوں Categorically ہر شخص جو محمد ﷺ کی طرف خود کو منسوب کرتا ہے وہ مسلمان ہے۔ ... اور کسی دوسرے کو اس کا حق نہیں ہے کہ اُس کو غیر مسلم قرار دے۔'' (کارروائی، صفحہ 406)

☆ 6 اگست کو ایک سوال کے جواب میں آپؒ نے فرمایا:

''جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ مسلمان ہے۔'' (کارررروائی، صفحہ 204)

اس کالم کے مطابق اعتزاز احسن صاحب نے جس جواب کا ذکر کیا ہے کہ اُس کے بعد ممبرانِ اسمبلی میں ہیجان پیدا ہوا تھا، وہ جواب تو پوری کارروائی میں نہیں پایا جاتا۔

(باقی صفحہ 34)

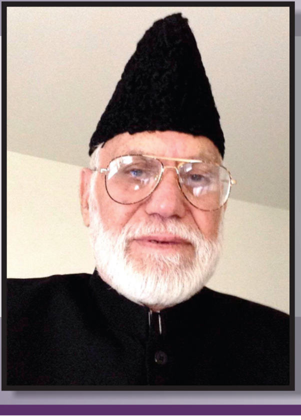

قادیان دارالامان سے سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور افرادِ جماعت کی ہجرت اور ربوہ کا قیام

مکرم خواجہ محمد افضل بٹ صاحب، نیویارک

سن 1947 برصغیر پاک وہند کی تاریخ میں قیامت صغریٰ کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس سال انتقال اقتدار کی وجہ سے کروڑوں افراد کا تبادلہ ہوا اور فتنہ وفساد کی آگ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف پھیل گئی۔ بالخصوص مشرقی پنجاب کے نہتے مسلمانوں پر ایسے انسانیت سوز مظالم توڑے گئے جن کے تصور سے بھی روح کانپ اٹھتی ہے۔ قتل وغارت کے ان شعلوں نے جماعت احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کے نواح کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ مشرقی پنجاب میں رہنا ناممکن نظر آرہا ہے تو حضور انور رضی اللہ عنہ نے احمدی مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان پہنچنے کی ہدایت فرمائی۔ جو مہاجرین ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آرہے تھے وہ بالکل بے سروسامانی اور بے کسی کی حالت میں پاکستان پہنچے تھے۔ قادیان اور قادیان کے گردونواح کے احمدی گھرانے ہجرت کر کے جودھامل بلڈنگ لاہور کے ساتھ رتن باغ کے وسیع احاطہ میں آکر ٹھہرے تھے۔ ہمارے خاندان کے افراد بھی راستے کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے رتن باغ لاہور پہنچے تھے۔ یہاں عارضی قیام تھا۔

لنگر خانہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کا جاری ہونا

مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین سلسلہ احمدیہ کے مہمان ہوتے تھے۔ اور ان کو کھانا وغیرہ دیا جاتا تھا۔ اس غرض کے لئے رتن باغ کے ایک حصہ میں لنگر خانہ کھول دیا گیا تھا۔ اور مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب فاضل ناظر ضیافت مقرر ہوئے اور ان کی امداد کے لئے مکرم شیخ محبوب الٰہی صاحب کا تقرر ناظم سپلائی کی حیثیت سے ہوا۔

(تاریخ احمدیت مولفہ دوست محمد شاہد۔ ربوہ۔ ادارۃ المصنفین، 2007ء، جلد یازدہم 11، صفحہ 26،96)

احمدی مہاجرین کی اکثریت رتن باغ میں اکٹھی ہوگئی۔ سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ بھی خاندان اقدس کے افراد (جن میں خواتین مبارکہ بھی شامل تھیں) کے ساتھ موجود تھے۔

رتن باغ کی مرکزی حیثیت

جودھامل بلڈنگ کے ساتھ رتن باغ کا وسیع احاطہ تھا جہاں حضرت سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ (معہ خواتین مبارکہ کے) فروکش ہوگئے۔ بعد ازاں قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے چشم وچراغ بھی پاکستان میں ہجرت کر کے آگئے تو انہیں بھی اپنی پناہ گزینی کے ابتدائی تکلیف دہ ایام یہیں گزارنے پڑے۔

(تاریخ احمدیت، جلد 11، صفحہ 15)

جب قادیان اور قادیان کے گردونواح کے احمدی گھرانے ہجرت کر کے رتن باغ پہنچ چکے تو حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد موصول ہوا کہ:

''ان سب کو احمد نگر میں بھیج دیا جائے۔''

حضور رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی تعمیل میں قادیان اور گردونواح کے احمدی مہاجرین ان میں غوث گڑھ کے مہاجرین بھی تھے، ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد جامعہ احمدیہ قادیان کے اساتذہ اور طلبا کی تھی، احمد نگر نزد ربوہ رہائش اختیار کی۔ اس طرح احمد نگر میں باقاعدہ مضبوط جماعت احمدیہ کی بنیاد قائم ہوگئی۔ شروع شروع میں احمدی احباب نے بہت مشکل وقت گزارا، کھانے کے لئے نہ گندم نہ چاول غرضیکہ کچھ بھی نہیں تھا۔ کسی کے پاس پیسے بھی نہیں تھے۔ البتہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے احمدی مہاجرین کی امداد کے لئے مکرم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کے سپرد چنیوٹ، احمد نگر میں لوگوں کو آباد کرنا اور ان کی مشکلات کا حل، لاوارث مستورات جو رتن باغ میں مقیم ہیں، کی ضروریات کی دیکھ بھال کے لئے مقرر فرمایا جو احمدی مہاجرین کی ضرورت کو پورا کرنے کی حتی الوسع کوشش کیا کرتے تھے۔

(تاریخ احمدیت، جلد 11، صفحہ 96)

مہاجرین کو متوکلانہ زندگی بسر کرنے کا ارشاد

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے 14 اکتوبر 1947ء کی مجلس عرفان میں مشرقی پنجاب سے آنے والے احباب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اگر تم مومن اور متوکل ہو تو تمہیں اپنی جائیدادوں کے تلف ہونے کی پرواہ نہیں ہونی چاہئے اور گھبراہٹ کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جب دینے پر آتا ہے تو دے دیتا ہے اور جب لینے پر آتا ہے تو لے لیتا ہے۔ ہمارا مقام یہی ہے کہ جس حالت میں اللہ تعالیٰ رکھے ہم اس پر راضی رہیں۔ یہی حقیقی توکل ہے اور جب یہ پیدا ہوجائے تو پھر انسان طوعی اور جبری دونوں طرح کی قربانیوں کے لئے تیار ہوجاتا ہے اور شرح صدر کے ساتھ قربانیوں کے میدان میں آجاتا ہے۔''

(تاریخ احمدیت، جلد نمبر 11، صفحہ 336)

احمدی مہاجرین جو لاہور پہنچے

احمدی مہاجرین کی حالت زار کے بارہ میں خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب رضی اللہ عنہ نے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی پہلی سالانہ رپورٹ میں حضور رضی اللہ عنہ کے لطف وکرم اور شفقت واحسان کا تذکرہ مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمایا:

جماعت کا شیرازہ بکھر چکا تھا اور ہزاروں مرد عورتیں اور بچے بے سروسامانی کی حالت میں لاہور میں آکر آستانہ خلافت پر پڑے تھے۔ سینکڑوں تھے جنہیں تن پوشی کے لئے کپڑوں کی ضرورت تھی اور ہزاروں تھے جن کو خوردونوش کی فکر تھی اور سینکڑوں تھے جو صدموں کی تاب نہ لاکر بیمار اور مضمحل ہو رہے تھے۔ مزید برآں

موسم سرما بھی قریب آ رہا تھا اور ان غریبوں کے پاس سردیوں سے بچنے کا کوئی سامان نہ تھا۔ پھر ان لوگوں کو مختلف مقامات پر آباد کرانے اور ان کی وجہ معاش کے لئے حسب حالات کوئی سامان کرنے کا کام بھی کچھ کم اہمیت نہ رکھتا تھا۔ یہ مشکلات ایسی نہ تھیں جو غیر از جماعت لوگوں پر نہیں آئیں مگر ان کا کوئی پُرسان حال نہ تھا۔ اور ہمارا ایک مونس و غمخوار تھا۔ جب وہ لوگ پراگندہ بھیڑوں کی طرح مارے مارے پھر رہے تھے ہم لوگوں کو آستانہ خلافت کے ساتھ وابستہ رہنے کی وجہ سے ایک گونہ تسکین قلب حاصل تھی۔

(تاریخ احمدیت، جلد 11، صفحہ 101-102)

16 نومبر 1947ء کو حضرت امیر المومنین ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حکم سے خالد احمدیت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ اور صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ قادیان سے لاہور آ گئے۔ اور مکرم شمس صاحبؓ کی جگہ قادیان میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی اور مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ایم ایم احمد) ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے۔

(تاریخ احمدیت، جلد 11، صفحہ 171)

16 نومبر کے آخری کانوائے کی روانگی کا رقت انگیز منظر

یہی وہ کانوائے ہے جس کے ذریعہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ، مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ اور دوسرے بزرگان سلسلہ اور احباب جماعت لاہور تشریف لائے۔ مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ نے رخصت ہوتے ہوئے نہایت درد بھرے الفاظ میں کہا:

اے قادیان کی مقدس سرزمین تو ہمیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ پیاری ہے۔ لیکن حالات کے تقاضا سے ہم یہاں سے نکلنے پر مجبور ہیں۔ اس لئے ہم تجھ پر سلامتی بھیجتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں۔

(ماہنامہ الفرقان ربوہ ۔ درویشان قادیان نمبر، اگست، ستمبر، اکتوبر 1957ء صفحہ 6)

(تاریخ احمدیت، جلد 11، صفحہ 367)

صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب اس کانوائے کی روانگی کے رقت انگیز منظر کا نقشہ درج ذیل الفاظ میں کھینچتے ہیں:

آخری قافلہ یہاں سے 16 نومبر 1947ء کو گیا۔ چونکہ بہت لوگوں نے جانا تھا۔ ہر قسم کی تیاری کرنی تھی اس لئے اکثر لوگ قریباً بیشتر حصہ رات کا جاگتے رہے مگر صبح ہی پھر ہلچل جلدی ہی شروع ہوگئی اور سامان کے ساتھ یہ لوگ محلّہ دارالانوار کی سڑک پر پہنچنے شروع ہو گئے۔ بارہ بجے کے قریب سب ٹرک لد گئے اور اجتماعی دعاؤں کے بعد جو کہ مسجد مبارک، بیت الدعا، مسجد اقصیٰ اور بہشتی مقبرہ میں ہوئیں، سب لوگ ٹرکوں کے پاس پہنچ گئے۔ مگر وہاں منظر ہی اور تھا۔ جانے کی خوشی تو کسی کو کیا ہونی تھی ہر ایک رنج اور غم سے پسا جا رہا تھا۔ ہر ایک قدم جو کانوائے کی طرف اٹھتا تھا وہ آگے سے بوجھل ہوتا۔ جو ضبط کی طاقت رکھتے تھے وہ ضبط کی کوشش کرتے مگر اس کے راز کو ان کی سرخ آنکھیں پکار پکار کے فاش کر رہی تھی اور جن کو ضبط کی طاقت نہ تھی وہ اس طرح روتے تھے جس طرح بچہ اپنی ماں سے بچھڑنے کے وقت روتا ہے۔ آخر وہ وقت بھی آ گیا یعنی الوداعی دعا کا۔ جس کرب اور الحاح کے ساتھ یہ دعا مانگی گئی اور جس تضرع اور عاجزی سے انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا اس کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے اور جس نے وہ نظارہ دیکھا وہ بھی اسے بھول نہیں سکتا۔ وہاں بہت غیر مسلم آئے ہوئے تھے اس کے علاوہ مسلم ملٹری کے سب سپاہی موجود تھے اور وہ سب محو حیرت تھے کہ ان لوگوں کو کیا ہوا۔

کیا یہ ممکن ہے کہ ان لوگوں کی گذشتہ چار ماہ موت کے منہ میں جھانکنے کے باوجود بھی اس وقت یہ حالت ہے جب کہ ان کو موت سے بچایا جا رہا ہے۔ دعا ختم ہوئی ٹرک ایک ایک کر کے روانہ ہوئے۔ جانے والے چلے گئے اور پیچھے رہنے والے ایک سکتہ کی حالت میں ان کو تکتے رہے۔ میں بھی انہیں لوگوں میں تھا جو کہ ان کو الوداع کر رہے تھے۔

(تاریخ احمدیت، جلد 11، صفحہ 367)

نئے مرکز کی زمین کے ملاحظہ کے لئے حضورؓ کا سفر

حضور پر نورؓ نے خاص اس مقصد کے لئے 18 اکتوبر 1947ء کو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سفر سرگودھا اختیار فرمایا۔

رتن باغ لاہور سے صبح سویرے روانہ ہو کر تقریباً دس بجے یہ قافلہ ربوہ میں جہاں اب بسوں کا اڈہ ہے وہاں پہنچا۔ وہاں حضور نے اپنی کار سے نکل کر سڑک پر کھڑے کھڑے رقبہ کا جائزہ لیا۔ ... وہاں سے روانہ ہو کر احمد نگر کے بالمقابل سڑک پر اپنی موٹر سے نکل کر نزدیک ہی ایک کنوئیں کے قریب درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے اور تمام ہمراہی احباب کے حلقہ میں احمد نگر کے چند غیر احمدی معززین سے جو وہاں آ گئے تھے مخاطب ہوئے بالخصوص وہاں کے نمبردار چوہدری کرم علی صاحب (کرملی) سے دریافت فرمایا کہ:

دریائے چناب میں سیلاب کے پانی کی زد کی حد کہاں تک ہے؟ نمبر دار نے عرض کیا کہ سیلاب کا پانی تو یہاں (درخت کی شاخ کی طرف اشارہ کر کے کہا) تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ پھر دریافت فرمایا کہ آیا وہ رقبہ جہاں اب ربوہ آباد ہے سیلاب کی زد میں ہے؟ اس پر نمبر دار مذکور نے کہا کہ وہاں تو پانی صرف اسی صورت میں پہنچے گا کہ جب سیلاب کے پانی کی بلندی اس درخت کی جس کے نیچے حضور کھڑے تھے جھکی ہوئی شاخوں کو چھوئے گی ان لوگوں کی تالیف قلوب کے لئے تھوڑی دیر اور وہاں گفتگو فرمائی اور پھر سرگودھا کی طرف سفر شروع کیا۔ موٹر میں بیٹھے کڑانہ پہاڑیوں کے دامن میں جو کھلا میدان ہے اس کا جائزہ لیا۔ سرگودھا پہنچ کر محترم چوہدری عزیز احمد صاحب سب جج کی کوٹھی پر جو ان دنوں وہاں تعینات تھے، دوپہر کا کھانا تمام ہمراہی احباب سمیت تناول فرمایا۔ یہ کھانا حضرت نواب چوہدری محمد دین صاحبؓ پکوا کر اپنے ہمراہ موٹر میں لے گئے تھے۔

اس کے بعد نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں اور بعد نماز جلد ہی لاہور کو روانہ ہو کر قریباً شام کے وقت واپس لاہور پہنچ گئے۔

(تاریخ احمدیت، جلد 11، صفحہ 286۔288)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت ابتدا سے ہی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ 18 ستمبر 1894ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الہام نازل ہوا کہ:

”داغ ہجرت“

(تذکرہ، صفحہ 218)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رویاء نبی کے زمانے میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔“

(بدر، قادیان، جلد اول، نمبر 23، 07 ستمبر 1905ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ 15 جولائی 1949ء کو بمقام پارک ہاؤس کوئٹہ میں فرمایا:

”یہاں پاکستان پہنچ کر میں نے پورے طور پر محسوس کیا کہ میرے سامنے ایک درخت کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا نہیں بلکہ ایک باغ کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا ہے۔ یعنی ہمیں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ فوراً ایک مرکز بنایا جائے۔ جہاں قادیان کے لوگوں

کو آباد کیا جائے اور مرکزی دفاتر بھی بنائے جائیں۔ ‘‘

(خطباتِ محمودؓ، جلد 30، صفحہ 208)

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ نے فرمایا کہ ایک خواب کی وجہ سے میرا ذہن سندھ کی طرف جاتا ہے مگر جماعتی تنظیم کے لحاظ سے پنجاب کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ کئی مقامات زیر غور آئے۔ ننکانہ صاحب، ماڈل ٹاؤن (لاہور) وغیرہ مگر شہر کی مسموم فضا کے پیش نظر حضور کو یہ جگہ پسند نہ تھی۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی پنجاب میں مبعوث ہوئے اگر پنجاب کو چھوڑ دیا گیا تو پھر پنجاب کو پہلے جیسی پوزیشن کبھی حاصل نہ ہوگی اور بھی کئی مقامات تجویز ہوئے۔ بالآخر چوہدری عزیز احمد صاحب سب سیشن جج سرگودھا کی تجویز پر چک ڈھگیاں کی اراضی جہاں اب ربوہ تعمیر ہوا ہے مرکزِ نو کے لئے منظور کی گئی۔

(تاریخ احمدیت، جلد 11، صفحہ 282، حاشیہ 1)

مرکز کے لئے زمین خریدنے کی کامیاب کوشش

پاکستان میں نئے مرکز کے قیام کا اولین مرحلہ یہ تھا کہ موزوں جگہ کی تلاش کی جائے۔ یہ کام خدا کی مشیت ازلی میں مکرم چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ کے لئے مقدر تھا جو ان دنوں سرگودھا میں سیشن جج کے عہدہ پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت کو چنیوٹ کے قریب دریائے چناب کے پار ایک ایسا رقبہ مل گیا جو بالکل بنجر اور غیر آباد تھا۔ جہاں صرف رہائش کی غرض سے مکان بنائے جاسکتے تھے۔ یہ رقبہ ’’چک ڈھگیاں‘‘ کے نام سے ایک قطعہ اراضی جس کا رقبہ 1506، ایکڑ ہے، اس میں سے 427 ، ایکڑ کا رقبہ تو ’’غیر ممکن‘‘ کہلاتا ہے۔ یعنی اس میں آبادی نہیں ہو سکتی۔ بقیہ رقبہ 1034، ایکڑ پر مشتمل ہے جو گورنمنٹ نے دس روپے فی ایکڑ کے حساب سے جماعت احمدیہ کو فروخت کرنے کی منظوری فرمائی اور جماعت نے یہ رقبہ گورنمنٹ سے خرید لیا۔ جو چیز مل سکی خدا کے شکر کے ساتھ قبول کرلیا اور اسے قادیان سے آئے ہوئے پناہ گزینوں اور صدر انجمن احمدیہ کے اداروں کے واسطے بستی آباد کرنے کے لئے تجویز کرلیا۔

(تاریخ احمدیت، جلد 11، صفحہ 291)

حکومت مغربی پنجاب کا اعلان

حکومت مغربی پنجاب نے بھی مندرجہ بالا بیان کی تائید میں ایک سرکاری اعلان شائع کیا جو بجنسہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

احمدیوں کو دس روپے فی ایکڑ کے بھاؤ بنجر زمین دے دی گئی ہے۔ یہاں قادیان کے خانماں ویران لوگ آباد ہوں گے۔

(تاریخ احمدیت، جلد 11، صفحہ 295)

چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 20 ستمبر 1948ء بروز پیر اس کا افتتاح فرمایا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک بڑے مجمع کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی۔

☆ نماز میں 250 احباب نے شرکت کی اس موقع پر ایک وسیع شامیانہ اور کچھ خیمے نصب کر دیئے گئے۔ چنیوٹ، احمد نگر اور سرگودھا کے علاوہ کئی احباب لاہور اور دیگر شہروں سے بھی اس بابرکت تقریب میں شامل ہونے کے لئے پہنچ گئے تھے۔ حضور انور نے ایک نہایت درجہ مؤثر اور درد سے بھری تقریر فرمائی اور حاضرین کے ساتھ لمبی دعا کی۔ اس کے بعد برکت کے طور پر پانچ بکرے ذبح کئے گئے۔ چار بکرے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چار صحابہؓ نے چار کونوں پر ذبح کئے اور وسط والا بکرا حضور انور نے خود ذبح فرمایا۔

بانیٔ ربوہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ کبھی وہم نہ کرنا کہ ربوہ اجڑ جائے گا۔ ربوہ کو خدا تعالیٰ نے برکت دی ہے ربوہ کے چپہ چپہ پر اللہ اکبر کے نعرے لگے ہیں۔ ربوہ کے چپہ چپہ پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ اس زمین کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ یہ بستی قیامت تک خدا تعالیٰ کی محبوب بستی رہے گی اور قیامت تک اس پر برکتیں نازل ہوں گی۔ اس لئے کبھی نہیں اجڑے گی۔ کبھی تباہ نہیں ہوگی بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ و علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں کھڑا کرتی رہے گی۔

ربوہ رہے کعبہ کی بڑائی کا دعا گو
کعبہ کی پہنچتی رہیں ربوہ کو دعائیں

ضروری نوٹ: جہاں نماز ادا کی گئی اس جگہ پر مسجد یادگار فضل عمر ہسپتال تعمیر کی گئی۔

آج کل ربوہ جس جگہ آباد ہے۔ اس دیہہ کا پرانا نام ’’چک ڈھگیاں‘‘ تھا۔ اس کی زمین کے حصول کے بعد مورخہ 16 ستمبر 1948ء کو صدر انجمن احمدیہ کی میٹنگ میں ’’چک ڈھگیاں‘‘ کا نیا نام تجویز کیا گیا۔ جس میں کئی نام زیر غور آئے جن میں ماویٰ (پناہ گاہ) ذکریٰ (عبادت گاہ)، دارالہجرت اور مدینۃ المسیح بھی شامل تھے۔

حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ’’چک ڈھگیاں‘‘ کا نیا نام ’’ربوہ‘‘ تجویز فرمایا۔ یہ اسماء حتمی منظوری کے لئے خدمت اقدس میں پیش کئے گئے۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ’’ربوہ‘‘ کے نام کی حتمی منظوری عطا فرمائی۔ عربی میں ربوہ کا وہی مطلب ہے جو پنجابی میں ’’ڈھگیاں‘‘ یعنی اونچے ٹیلوں والی جگہ کے ہیں۔

(خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی از تحریک جدید انجمن احمدیہ، صفحہ 143)

ربوہ ایک نظر میں

☆ مرکز کی تلاش کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے چوہدری عزیز احمد صاحب جو ان دنوں سرگودھا میں سیشن جج تھے اس معاملہ کے لئے 25 ستمبر 1947ء کو رتن باغ لاہور میٹنگ کے لئے بلوایا۔

☆ سب سے پہلے چوہدری عزیز احمد صاحب سیشن جج نے ربوہ کی اراضی کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ یہ اراضی حضورؓ کے 1941ء کے خواب کے مطابق معلوم ہوتی ہے۔

☆ سب سے پہلے اس اراضی کو نواب محمد دین صاحب اور چوہدری اسد اللہ خان صاحب آف لاہور نے دیکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں رپورٹ پیش کی۔

☆ 17 اکتوبر 1947ء کو محمد عبد اللہ خان صاحب نے ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی حیثیت سے ڈپٹی کمشنر ضلع جھنگ کو اراضی کی خریداری کے لئے درخواست کی۔

☆ حکومت پنجاب کی طرف سے 11 جون 1948ء کو یہ زمین 10 روپے فی ایکڑ کے حساب سے منظور ہوئی۔ اس وقت شیخ محمد دین صاحب مختار عام صدر انجمن احمدیہ تھے۔ اصل رقبہ 1033 ایکڑ 7 کنال 8 مرلے تھا۔ لیکن قیمت 1034، ایکڑ کی ادا کی گئی۔

☆ 2 اگست 1948ء کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کو حکومت سے زمین کا قبضہ ملا۔

☆ ربوہ کا پلان پنجاب کے پراونشل ٹاؤن پلانز مسٹر حبیب جے۔ اے۔ سوچی صاحب نے تیار کیا۔ ربوہ کی زمین کا اونچے سے اونچا کنٹور یعنی سطح سمندر سے بلندی 613 فٹ اور کم سے کم 590 فٹ ہے۔

☆ لاہور سے ربوہ کے لئے پہلا قافلہ 19 ستمبر 1948ء کو

چلا جو چوہدری عبد السلام اختر صاحب (امیر قافلہ) اور مولوی محمد صدیق صاحب کے علاوہ ایک مددگار، ایک ڈرائیور اور دو مزدوروں پر مشتمل تھا۔ لاہور سے یہ قافلہ تقریباً ایک بجے روانہ ہوا اور شام سات بجے کے قریب ربوہ کی مقدس سرزمین پر پہنچا۔

☆ لاہور سے ربوہ کے لئے دوسرا قافلہ 19 ستمبر 1948ء کو چوہدری ظہور احمد صاحب کی قیادت میں پانچ بجے شام روانہ ہو کر رات گیارہ بجے کے قریب چنیوٹ پہنچا اور رات سڑک پر گزارنے کے بعد دوسرے دن ساڑھے آٹھ بجے ربوہ پہنچا۔

ربوہ کا افتتاح 20 ستمبر 1948ء بروز پیر عمل میں آیا جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ لاہور سے صبح 9 بج کر 20 منٹ پر روانہ ہوئے اور ایک بج کر 20 منٹ پر ربوہ پہنچے اور یہاں نماز ظہر ادا کی۔ جس میں تقریباً اڑھائی صد احباب شریک ہوئے۔ افتتاحی تقریب میں شامل ہونے والے احباب کی تعداد 619 تھی۔

☆ جس جگہ پر حضرت مصلح موعودؓ نے پہلی نماز ادا کی اس جگہ پر مسجد بنادی گئی جو یادگار مسجد کے نام سے موسوم ہے اور متصل فضل عمر ہسپتال ہے جہاں اب ایک یادگاری بورڈ بھی لگا ہوا ہے۔

مسجد یادگار کا سنگِ بنیاد

☆ 21 مارچ 1958ء کو قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے مسجد مبارک قادیان سے لائی گئی ایک اینٹ سے رکھا۔ جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے دعا کی تھی۔

☆ افتتاح کے موقع پر پانچ بکروں کی قربانی خدا تعالیٰ کے حضور پیش کی گئیں۔ رقبہ کے وسط میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دستِ مبارک سے ایک بکرا ذبح کیا۔ اور چار کونوں پر حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد، حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالویؓ، چوہدری برکت علی خان صاحب اور مولوی محمد صدیق صاحب نے قربانیاں کیں۔

☆ اس جگہ کا نام ربوہ حضرت مولوی جلال الدین شمس صاحبؓ نے تجویز کیا اور حضرت مصلح موعودؓ نے منظور فرمایا۔

☆ ربوہ میں رہائش کے لئے رقوم پیش کرنے والوں کی فہرست میں پہلا نام حضرت مصلح موعودؓ کا اور دوسرا نام حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کا تھا۔

☆ 19 ستمبر 1949ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مستقل رہائش کے لئے ربوہ تشریف لے آئے۔

وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے

آخر پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ جس کا تعلق ''وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے'' سے ہے۔

14 اکتوبر 2005ء کو خطبہ جمعہ میں وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے، کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا:

''جماعت احمدیہ نے پہلے دن سے ہی جب سے کہ پاکستان کا قیام عمل میں آیا ہے ہمیشہ پاکستان اور مسلمانوں کے حقوق کے لئے قربانیاں دی ہیں۔ اس لئے یہ تو کبھی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ایک احمدی کا کوئی مسلمان بھائی تکلیف میں ہو یا ملک پر کوئی مشکل ہو اور ایک احمدی پاکستانی شہری دور کھڑا صرف نظارہ کرے اور اس تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ پس جماعت احمدیہ نے ملک کے بنانے میں بھی حصہ لیا ہے اور ان شاء اللہ اس کی تعمیر و ترقی میں بھی ہمیشہ کی طرح حصہ لیتی رہے گی کیونکہ آج ہمیں وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے کا سب سے زیادہ ادراک ہے۔ آج احمدی ہے جو جانتا ہے کہ وطن کی محبت کیا ہوتی ہے۔''

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 04 نومبر 2005ء، صفحہ 6-7)

قیام پاکستان 1947ء کے فوراً بعد رتن باغ لاہور میں حضرت مصلح موعودؓ پہلا جلسہ سے خطاب فرما رہے ہیں۔

ربوہ کے ابتدائی ایام 1948ء میں منعقدہ ایک تقریب میں حضورؓ تشریف لا رہے ہیں۔

ربوہ میں پہلی نماز (20 ستمبر 1948ء)

قیام ربوہ 1948ء کا ایک ابتدائی منظر

موجودہ مسجد یادگار فضل عمر ہسپتال ربوہ

قسط سوم و آخر

احمدیوں سے پاکستان کی شان

مکرم جمیل احمد بٹ صاحب

۱۱۔ پاکستان کی شناخت ۔تاریخِ پاکستان کے روشن احمدی ستارے :

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام :

خدمت پاکستان:

پاکستان میں ۱۹۵۹ء میں ممبر سائنس کمیشن، ۱۹۶۱ء تا ۱۹۷۴ء سائنسی مشیرِ اعلیٰ برائے صدر پاکستان، ۱۹۸۱ء۔ ۱۹۸۲ء میں صدر پاکستان ایسوسی ایشن برائے ترقی سائنس، ۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۴ء بانی چیئر مین سپارکو اور ۱۹۵۸ء تا ۱۹۷۴ء ممبر پاکستان اٹامک انرجی رہے۔ ۲۰۱۶ء میں ایک ٹی وی پروگرام میں مذکور درج ذیل بیان کے مطابق پاکستانی ایٹم بم کا ڈیزائن بھی ان کی سرکردگی میں بنا تھا۔

’ ۱۹۷۲ء میں جب ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستانی سائنس دانوں کو مدعو کیا تھا ملتان میں اور اُن سے کہا تھا کہ مَیں (ایٹم) بم بنانا چاہتا ہوں اور آپ میں سے کون بم بنا سکتا ہے تو اُدھر جو سارے سائنس دان تھے اُنہوں نے عبدالسلام کی قیادت میں یہ کام شروع کیا تھا۔ پروفیسر عبدالسلام ایٹمی پروگرام سے کچھ عرصہ منسلک رہے تھے ۷۲ء سے اور ۷۴ء سے کچھ آگے تک بھی ... اے کیو خان ۷۶ء کے بعد اس میدان میں اترے جب کہ ایٹم بم کا ڈیزائن بن کر تیار ہو چکا تھا، بم کا ڈیزائن پروفیسر ریاض الدین (تیار) کر رہے تھے جو پروفیسر عبدالسلام کے شاگرد تھے۔ ... شاگرد (ڈاکٹر ریاض الدین) نے لکھا ہے اپنی کتاب میں کہ (ایٹم بم کا ڈیزائن اپنے) اُستاد (ڈاکٹر عبدالسلام) کی سرکردگی میں (تیار) کیا۔

(ڈاکٹر عبدالحمید نیئر و ڈاکٹر پرویز ہود بھائی۔ پروگرام کراس چیک کیپٹل ٹی وی مؤرخہ ۱۰ دسمبر ۲۰۱۶ء بحوالہ (http://youtu.be/mqg8UqUtB-g

’ پروفیسر عبدالسلام نے پاکستان میں سائنس کی ترقی میں ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔‘

(مضمون ڈاکٹر منیر احمد خان مطبوعہ روزنامہ آج کل ۳۰ نومبر ۱۹۹۶ء بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۳۳۶)

’انہوں نے اپنے پیچھے تیسری دنیا اور خصوصاً پاکستان میں ہزاروں اعلیٰ تربیت یافتہ سائنس دان چھوڑے ہیں جو اکیسویں صدی میں ان کے مشن کو جاری رکھیں گے۔‘

(تحریر ڈاکٹر منیر احمد خان مطبوعہ روزنامہ آج کل ۳۰ نومبر ۱۹۹۶ء بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۳۳۱)

’ پاکستان کے ماہرین طبیعات کی ایک بڑی تعداد نے ۔۔۔ اس مرکز سے استفادہ کیا ہے۔‘

(مضمون PINSTECH کے چیف سائنٹسٹ این ایم بٹ مطبوعہ دی نیوز ۱۱ جنوری ۱۹۹۸ء بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۲۹۷)

’ ڈاکٹر سلام کی درخواست پر امریکی صدر جان ایف کینیڈی نے ماہرین کی ایک ٹیم پاکستان بھجوائی جس نے کئی لاکھ ایکڑ زمین کو برباد ہونے سے بچالیا۔‘

(مضمون زینب محمود مطبوعہ ہفت روزہ فرائڈے ٹائمز لاہور ۱۹ نومبر ۲۰۰۴ء)

’ دنیا نے انہیں ۲۷۴ سے زیادہ ایوارڈز، اعزازات اور انعامات دئے ان کے ساتھ ملنے والی رقوم کا تخمینہ کروڑوں ڈالر تک پہنچتا ہے ۔ اس شخص نے یہ رقم اپنی ذات کی بجائے پاکستان اور تیسری دنیا کے ذہین اور ضرورت مند طلباء کی اعلیٰ تعلیم اور تحقیق پر خرچ کیئے۔‘

(تحریر زاہدہ حنا مطبوعہ اخبار ایکسپریس ۳ دسمبر ۲۰۰۶ء بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۳۲۹)

’سلام نے ۱۹۷۴ء میں لاہور میں منعقدہ پہلی اسلامی کانفرنس کے موقع پر ’اسلامک سائنس فاؤنڈیشن کے قیام کی تجویز پیش کی۔‘

(کتاب ڈاکٹر عبدالسلام از ڈاکٹر عبدالغنی ترجمہ تورا کینہ قاضی، صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی)

کارنامے:

’ آپ کی سائنسی کامیابیوں کے علاوہ انٹرنیشنل سینٹر برائے تھیوریٹیکل فزکس ICTP کا قیام اس صدی کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔‘

(تحریر سائنس داں انیس عالم مطبوعہ دی نیشن ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۶ء بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۲۹۷)

’وہ یہ مرکز (نظریاتی سائنس کا بین الاقوامی مرکز ICTP) پاکستان میں قائم کرنا چاہتے تھے لیکن ایوب خان کے مشیروں نے اس تجویز کو مسترد کر دیا اور سلام کو اسے اٹلی میں قائم کرنے پر مجبور کر دیا۔

(مضمون فرحت اللہ بابر مطبوعہ دی نیوز ۲۵ دسمبر ۲۰۰۶ء بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۲۹۵)

پذیرائی:

’ دنیا بھر میں شائد ہی کوئی ایسی علمی شخصیت گزری ہو جسے اتنے اعلیٰ درجہ کے خطابات، انعامات، میڈل اور اعزازی اسناد سے نوازا گیا ہو جتنا اب تک سلام کو۔‘

(کتاب ڈاکٹر عبدالسلام از ڈاکٹر عبدالغنی ترجمہ تورا کینہ قاضی، صفحہ ۱۷۶ مطبوعہ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی)

۱۹۷۹ء میں اُنہیں پاکستان کا عظیم ترین سول ایوارڈ نشانِ امتیاز دیا گیا۔ ۱۹۸۰ء میں انہیں اردن کا نشانِ استقلال، اٹلی کا نشانِ میرٹ اور ونزویلا کا نشان اندرس بیلو دیا گیا۔ انہیں ۲۳ ممالک کی ۳۶ یونیورسٹیوں کی طرف سے ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری دی گئیں۔

’عالمِ اسلام کے پہلے نیوٹن عبدالسلام ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء کو پیدا ہوئے۔‘

(کتاب ڈاکٹر عبدالسلام از ڈاکٹر عبدالغنی ترجمہ تورا کینہ قاضی، صفحہ ۱۷ مطبوعہ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی)

’عبدالسلام برصغیر ہندو پاک بلکہ اسلامی دنیا کے پہلے سائنس دان تھے جنہیں کیمبرج یونیورسٹی میں لیکچرار کے عہدے کی پیش کش کی گئی۔‘

(کتاب ڈاکٹر عبدالسلام از ڈاکٹر عبدالغنی ترجمہ تورا کینہ قاضی، صفحہ ۵۹ مطبوعہ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی)

’۳۱ سال کی عمر میں کیمبرج کی لیکچرارشپ سے امپریل کالج لندن کے فل پروفیسر بن گئے ۔ اس طرح وہ پہلے مسلمان تھے

جنہوں نے .... یہ اہم عہدہ حاصل کیا تھا۔'

(کتاب ڈاکٹر عبدالسلام از ڈاکٹر عبدالغنی ترجمہ تورا کینہ قاضی، صفحہ ۶۴ مطبوعہ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی)

'انہوں نے اتنی کم عمری میں سائنس کے میدان میں جو اکتسابِ علم کیا ہے اور جو تحیر خیز کارنامے انجام دیئے ہیں وہ ہم سب کے لئے فخر و مباہات کا باعث ہیں۔'

(تقریر صدر ایوب ۴ اگست ۱۹۵۹ء مندرجہ کتاب ڈاکٹر عبدالسلام از ڈاکٹر عبدالغنی ترجمہ تورا کینہ قاضی صفحہ ۱۰۵-۱۰۶ مطبوعہ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی)

'وہ آج دنیائے سائنس کے متفقہ لیڈر ہیں۔'

(کتاب ڈاکٹر عبدالسلام از ڈاکٹر عبدالغنی ترجمہ تورا کینہ قاضی، صفحہ ۸۵ مطبوعہ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی)

زمانہ اسکول سے ہی نابغہ:

'(میٹرک کے امتحان میں) انہوں نے کل ۸۰۰ نمبروں میں سے ۷۶۵ نمبر حاصل کئے جو کہ پنجاب یونیورسٹی میں ایک ریکارڈ تھا جواب تک کوئی نہیں توڑ سکا۔'

(Science for Peace and Progress
از انور دِل Life & Work of Abdus Salam
اقتباس مطبوعہ ڈیلی ٹائمز ۱۴ ستمبر ۲۰۰۸ بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۲۸۰)

'میٹرک اور بی اے کے امتحانات میں تو انہوں نے پنجاب یونیورسٹی میں جو اعلیٰ ترین نمبر حاصل کئے وہ ایک ریکارڈ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بی اے میں انہوں نے ہر مضمون میں الگ الگ ٹاپ کیا۔ یہ مضامین تھے انگلش، انگلش لٹریچر (برائے آنرز)، اور عملی ریاضی۔'

'انہوں نے کیمبرج میں آنرز ڈگری کا تین سالہ امتحان Tripos دو ہی سالوں میں مکمل کرلیا۔'

(کتاب ڈاکٹر عبدالسلام از ڈاکٹر عبدالغنی ترجمہ تورا کینہ قاضی، صفحہ ۲۹ و ۳۹ مطبوعہ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی)

'ڈاکٹر عبدالسلام نے گورنمنٹ کالج لاہور کے طالب علم کی حیثیت سے پنجاب یونیورسٹی کے بی۔ایس۔سی اور ایم۔ایس۔سی کے امتحانات میں جو ریکارڈ قائم کئے تھے وہ آج بھی برقرار ہیں۔'

(روزنامہ مساوات لاہور ۲۲ نومبر ۱۹۹۶ء بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۳۹۳)

ایم ایم احمد:

'جناب ایم ایم احمد کا شمار مملکت خداداد کے ایسے ہی (لیاقت اور صلاحیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ) بڑے دماغوں اور اعلیٰ منتظموں میں ہوتا تھا۔ ... انہوں نے پاکستان کی انتظامی اور مالی تشکیل اور استحکام میں نمایاں کردار ادا کیا وہ مختلف اوقات میں پاکستان کے اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز رہے۔ مرکزی سیکرٹری خزانہ رہے۔ محکمہ کے مالیات کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں رہیں۔ پلاننگ کمیشن جیسے انتہائی مشکل اور حساس شعبے کی سربراہی پر وہ فائز رہے۔ انہوں نے اسکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان اور زیڈ اے بھٹو کی حکومتوں میں بھرپور طریقے سے متعینہ فرائض کی ادائیگی کی۔'

(کتاب ایم ایم احمد کے انکشافات از قیصر شاہد، صفحہ ۹ مطبوعہ دنیا پبلشرز، بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۲۵-۴۲۶)

'اس وقت (۲۶ جنوری ۱۹۶۷ء) منصوبہ بندی کمیشن کے سربراہ ایم ایم احمد تھے۔ جو سول سرونٹس میں سے اعلیٰ اور بہترین تھے۔ جن کو مالیات اور ترقیاتی میدان میں وسیع تجربہ حاصل تھا۔'

(Diaries of F.M.M.Ayub Khan، صفحہ ۵۴ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۲۰۰۷ء بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۰۷)

'ایم۔ایم۔احمد ہمارے بہترین افسران میں سے ہیں اور انہوں نے پلاننگ کمیشن کے سربراہ کے طور پر زبردست کام کیا ہے۔ مجھے ان پر پورا پورا اعتماد تھا اور مَیں ان کی بھرپور حمایت کرتا رہا ہوں۔'

(Diaries of F.M.M.Ayub Khan، صفحہ ۳۷۰ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۲۰۰۷ء، بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۱۲)

'صدر یحییٰ خان کے مشیر برائے اقتصادی امور کی حیثیت میں وہ غالباً اپنے وقت کے سب سے طاقتور سول سرونٹ تھے اور انہیں مذکورہ بالا تینوں وزارتوں (تجارت، خزانہ، پلاننگ کمیشن) کے اختیارات حاصل تھے۔ ... محترم میاں صاحب متفقہ طور پر بہترین لوگوں میں سے بھی بہترین تھے۔ وہ ان تمام لوگوں سے جن کا ان کے ساتھ واسطہ پڑا عزت و احترام سمیٹتے ہوئے اپنی پیش نظر بلندیوں اور رفعتوں کو طے کرتے چلے گئے۔'

(تحریر منیر عطاء اللہ مطبوعہ دی نیشن ۲۹ جولائی ۲۰۰۲ء اور ڈان ۲ اگست ۲۰۰۲ء، بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۴۸-۴۴۹)

'۱۹۶۰ء کا عشرہ ہماری قومی پیداوار کے اعتبار سے بہترین وقت ہے جب سالانہ پیداوار میں ساڑھے چھ سے سات فی صد تک اضافہ ہوتا تھا۔ اس وقت پاکستان کی صنعتی پیداواری ترقی بلند ترین سطح پر تھی یعنی ۱۲ فی صد، ہماری سرمایہ کاری میں ۱۴ فی صد کا اضافہ ہوا اور افراطِ زر کی صرف دو فی صد کی شرح تھی۔'

(تحریر سراج عزیز مطبوعہ نوائے وقت سنڈے میگزین ۲ جون ۲۰۰۲ صفحہ ۵ بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۰۲)

'۱۹۶۰ء کے عشرے میں جنوبی کوریا کے افسران اور قومی منصوبہ بندی کے کام سے منسلک افراد پاکستان کے منصوبہ بندی کمیشن اور دیگر اداروں میں تربیت حاصل کرنے آتے تھے۔'

(تحریر ماہر معاشیات ایم آفتاب مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت ۱۰ اگست ۱۹۹۷ء بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۰۲)

اس سنہرے وقت میں ایم ایم احمد پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین تھے اور یہ کامیابیاں آپ کی رہینِ منت تھیں۔

'وہ وطنِ عزیز سے بے حد پیار کرتے تھے اور اس کی خدمت کے لئے انہوں نے اپنی پوری اور انتہائی فعال زندگی وقف کر دی تھی۔ ... ایم ایم احمد نے اپنا سب کچھ پاکستان کے لئے نچھاور کر دیا۔'

(تحریر شاہد جاوید برکی مطبوعہ روزنامہ ڈان ۶ اگست 2002 بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۵۱، ۴۵۶)

جنرل اختر حسین ملک:

'شیر دل جرنیل اختر حسین ملک کو جو واقعی شیروں کی طرح دشمن پر جھپٹ جھپٹ کر آگے بڑھ رہا تھا۔ پیچھے بھیج کر یحییٰ خان کو اس کی جگہ بھیجا۔'

(تحریر کرنل صدیق راجہ مطبوعہ ماہنامہ حکایت لاہور، فروری ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۵۷ بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۴۸)

'چھمب اور جوڑیاں کے محاذ پر جنرل اختر حسین ملک نے جس بے اندازہ شجاعت اور حیرت انگیز عسکری مہارت سے دشمن کی 'سیگفریڈ لائن' کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اس پر ہر پاکستانی فوجی اور ہر پاکستانی باشندہ صدیوں تک فخر کرے گا۔'

(مضمون احمد ندیم قاسمی مندرجہ روزنامہ جنگ لاہور ۷ ستمبر 1998ء بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۸۰)

دہلی کی سر زمین نے پکارا ہے ساتھیو
اختر ملک کا ہاتھ بٹاتے ہوئے چلو

اس کے سوا جہاد کے معنی ہیں اور کیا
اسلام کا وقار بڑھاتے ہوئے چلو

(شاعر شورش کاشمیری۔ ہفت روزہ چٹان، ۱۳ ستمبر ۱۹۶۵ء، صفحہ ۲)

’لیفٹنٹ جنرل اختر حسین ملک، ملک وقوم کے ایک ایسے ہیرو تھے جن کا نام پاکستانی بچوں کو بھی یاد ہے جب ان کی سرکردگی اور نگرانی میں پاکستانی افواج چھمب اور جوڑیاں کے آہنی مورچوں کو مسمار کرتی ہوئی جموں کی طرف بڑھ رہی تھیں تو جنرل اختر حسین ملک پاکستانیوں کی بہادری، استقامت اور اولوالعزمی کی ایک مجسم تصویر بن کر ابھرے اور اہل پاکستان کے ذہنوں پر چھا گئے۔‘

(تحریر احمد ندیم قاسمی مطبوعہ روزنامہ جنگ کراچی ۴ ستمبر ۱۹۶۹ء بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۷۹)

’۱۹۶۵ء کی جنگ کے تذکرے کے دوران بھٹو صاحب نے جنرل اختر ملک کی بے حد تعریف کی۔ کہنے لگے اختر ملک ایک باکمال جنرل تھا اور فن سپہ گری کو خوب جانتا تھا۔ اس جیسا جنرل پاکستانی فوج نے ابھی تک پیدا نہیں کیا۔‘

(بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن از کرنل رفیع الدین، صفحہ ۶۶ بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۸۲)

’جنرل اختر حسین ملک کو فوت ہوئے اگرچہ کئی سال گزر چکے ہیں لیکن فوج کے اندر آج بھی ان کا نام عزت واحترام سے لیا جاتا ہے۔ وہ بڑے بہادر اور جنگجو قسم کے کمانڈر تھے وہ ایسے جرنیلوں میں سے تھے جو جذبۂ شہادت سے سرشار ہوتے ہیں۔ جو طاقتور دشمن کے سامنے بھی بڑے بڑے خطرات مول لے لیتے ہیں۔‘

(تحریر تجزیہ نگار معین باری مندرجہ روزنامہ جنگ ۷ اگست ۱۹۸۵ء بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۸۰)

’میرے نزدیک جنرل اختر حسین ملک عظیم سپاہی اور جنرل تھے۔‘

یہ وہ جواب تھا جو جنرل نصیر اختر سابق کمانڈر کراچی نے اس سوال کا دیا کہ:

’آپ کو پاکستانی جرنیلوں میں کون سب سے زیادہ پسند ہے؟‘

(مندرجہ اخبار جنگ سنڈے میگزین ۸ جون ۲۰۰۳ء بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۸۲)

جنرل عبدالعلی ملک :

’فورس کمانڈر بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے چونڈہ میں دشمن کی اسلحہ اور افرادی طاقت میں کہیں زیادہ فوج کو ناپاک ارادوں میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ دشمن نے چونڈہ پر قبضے کے لئے ہر طرح کے حربے استعمال کئے۔ بے تحاشہ گولہ باری اور بمباری کی اور ہر طرف سے یلغار کر کے قبضہ جمانے کی کوشش کی لیکن فرض شناس اور پُرعزم بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کی قیادت میں پاکستانی جانبازوں نے دشمن کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔

دشمن نے مسلسل کئی روز اندھا دھند گولہ باری کی اور ہر طرف سے زور ڈالا جو کسی بھی فوج کی ہمت شکنی کے لئے کافی تھا لیکن بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کی دلاوری، ہمت، اور سوجھ بوجھ نے دشمن کی ایک نہ چلنے دی ... بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کو ان کی عظیم خدمات کے صلے میں ہلالِ جرأت کا اعزاز دیا گیا۔‘

(روزنامہ امروز ۲۵ ستمبر ۱۹۶۵ء بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۵۰۲)

’جنرل ٹکا خان نے ۔۔۔ کہا کہ جب مَیں نے سیالکوٹ میں کنٹرول سنبھالا تو اس وقت جنرل عبدالعلی چونڈہ کے محاذ پر دشمن کے دانت کھٹے کر رہے تھے۔ اگرچہ انہیں دشمن کے ٹینکوں کا سامنا تھا۔‘

(اخبار خبریں مؤرخہ ۶ ستمبر ۱۹۹۳ء بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۹۳)

’راقم جہلم میں ۔۔۔ جنرل عبدالعلی کا چیف اسٹاف آفیسر تھا۔ میرا مشاہدہ یہ ہے کہ مَیں نے جنرل علی جیسا قابل اور بیدار مغز افسر اور اچھا انسان نہیں دیکھا۔‘

(تحریر بریگیڈیئر شمس الحق قاضی مطبوعہ اخبار نوائے وقت ۲۱ فروری ۲۰۰۸ء بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا، صفحہ ۴۹۴)

میجر جنرل افتخار جنجوعہ شہید

۱۹۶۵ء میں بریگیڈیئر افتخار جنجوعہ ہیرو آف رن کچھ کہلائے۔ کہ آپ نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اگلی صفوں میں جنگ لڑی اور زخمی بھی ہوئے لیکن دشمن کے وسیع علاقہ پر پاکستانی پرچم لہرا دیا۔ اس شجاعت اور بہادری کے اعتراف میں آپ کو دوسرا بڑا فوجی اعزاز ہلال جرأت ملا۔

1974ء میں رَن کچھ کے اس احمدی فاتح میجر جنرل افتخار جنجوعہ کے سپرد کشمیر محاذ تھا۔ آپ ایک بار پھر فاتح ہوئے اور چھمب دوسری بار ایک اور احمدی کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ وطن کا یہ جیالا محاذ پر اگلے مورچوں تک جاتا تھا۔ ایسی ہی ایک مہم میں ان کا ہیلی کاپٹر بھارتی فوجیوں کی زد میں آ گیا اور اس بہادر جرنیل نے پاکستان کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دی۔ میدانِ جنگ میں کسی پاکستانی جرنیل کی یہ پہلی اور آخری شہادت ہے۔

بہادری کے اس عظیم کارنامے پر جنرل افتخار جنجوعہ کو ایک بار پھر ہلال جرأت دیا گیا اور چھمب کا نام ان کے نام پر افتخار آباد رکھا گیا۔

ماہر لسانیات شیخ محمد احمد مظہر

عربی زبان کے تمام زبانوں کی ماں ہونے کے اثبات میں حضرت مسیح موعود نے کتاب مِنن الرحمٰن میں جو اصول بیان فرمائے تھے ان کے مطابق تحقیق کر کے مکرم شیخ صاحب دنیا کی ۵۱ زبانوں کے بارہ میں ان کا عربی سے آغاز ہونا ثابت کیا اور اس موضوع پر کئی کتابیں شائع کیں۔ آپ کی کتاب Arabic the source of all languages پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا گیا۔

’کتاب زیر نظر کا ہر صفحہ حیرت انگیز و دل آویز ہے۔ مصنف کے دریافت کردہ فارمولے روشن مثالوں سے مزین کئے گئے ہیں اور جو بات بظاہر ناممکن نظر آتی ہے وہ ایک حسابی صداقت کی طرح پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔‘

(پاکستان ٹائمز لاہور، ۲۸ مارچ ۱۹۶۵ء بحوالہ ماہنامہ خالد ربوہ، اگست ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۳۲)

دوسری کتاب English Traced to Arabic نومبر ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی۔ مؤقر ادبی رسالہ صحیفہ نے لکھا:

’مصنف نے لسانیت کے شعبہ میں ایک ایسا صحیح اور محکم نظریہ پیش کیا ہے جس سے السنہ عالم کے ادبی ماخذ کے متعلق اختلافات ختم ہو جانے چاہئیں۔‘

تیسری کتاب Sankskirat Traced to Arabic نے بھی بہت سے اہل علم اصحاب سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ (ماہنامہ خالد ربوہ، اگست ۱۹۹۷ء صفحہ ۱۳۳)

شیخ محمد اسماعیل پانی پتی

آپ اردو زبان کے نامور محقق اور ۶۰ کے قریب کتب کے مصنف ومترجم تھے۔ حکومتِ پاکستان نے آپ کو علمی خدمات کے اعتراف میں ۱۹۷۰ء میں تمغۂ حسن کارکردگی کا صدارتی ایوارڈ دیا۔ (ماہنامہ خالد ربوہ، اگست ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۳۳)

قلندر مومند

اصل نام صاحبزادہ حبیب الرحمٰن ہے۔ پشتو زبان کے ماہر، پشتو کی ایک لغت کے مصنف، پشتو زبان کے نامور شاعر، افسانہ نگار

اور صحافی تھے۔کئی کتابوں کے مصنف تھے۔آپ کی تنقید کی کتاب ایم اے پشتو کے نصاب میں شامل کی گئی۔آپ کی علمی خدمات کے عوض ۱۹۷۹ء میں آپ کو تمغۂ حسن کارکردگی اور ۱۹۹۱ء میں ستارۂ پاکستان کا اعزاز ملا۔

(بحوالہ ماہنامہ خالد ربوہ، اگست ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۳۳)

ڈاکٹر جنرل محمود الحسن

فوج میں اعلیٰ خدمات کے صلہ میں ہلال امتیاز، ستارۂ امتیاز اور تمغۂ امتیاز (ملٹری) کے حق دار ہوئے۔صدرِ پاکستان کے مشیر سرجری رہے۔ڈائریکٹر سرجری پاکستان آرمی کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ (ماہنامہ خالد ربوہ، اگست ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۳۴)

ڈاکٹر قاضی محمد بشیر

ڈاکٹری کے اپنے شعبہ میں کمال حاصل تھا۔انگریز حکومت نے آپ کو ۱۹۳۰ء میں 'خان' اور ۱۹۳۶ء میں 'خان بہادر' کے خطاب دئے۔۱۹۵۱ء میں آپ کو اعزازی کرنل کا عہدہ دیا گیا۔۱۹۶۱ء میں آپ کی میڈیکل پروفیشن میں نمایاں خدمات کے صلہ میں ستارۂ امتیاز کا اعزاز دیا گیا۔آپ کی وفات کی خبر دیتے ہوئے اخبار پاکستان ٹائمز لاہور نے لکھا:

'The chapter of surgery is closed'

ترجمہ: سرجری کا باب بند ہو گیا ہے۔

(ماہنامہ خالد ربوہ، اگست ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۳۴۔۱۳۵)

میجر جنرل ڈاکٹر نسیم احمد

آپ ملک کی چوٹی کے آئی سرجن تھے۔آپ پاک آرمی میں میجر جنرل کے عہدہ پر ترقی پانے والے پہلے ماہر امراضِ چشم تھے۔آپ کو ۱۹۹۶ء میں صدرِ پاکستان کی طرف سے گولڈ میڈل دیا گیا۔سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فیصل نے بھی آپ سے آپریشن کرایا۔ (ماہنامہ خالد ربوہ، اگست ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۳۵۔۱۳۶)

ڈاکٹر میر مشتاق احمد

معروف سائنس دان ڈاکٹر میر مشتاق احمد کو ان کی اعلیٰ خدمات کے صلے میں ۱۹۶۵ء میں حکومتِ پاکستان کی طرف سے ستارۂ خدمت کا اعزاز دیا گیا۔

۱۹۹۰ء میں پاکستان اکیڈمی آف سائنس نے واٹر مینجمنٹ میں ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے گولڈ میڈل دیا۔

۱۹۹۴ء میں پاکستان انجینئرنگ کونسل نے انہیں بعد از وفات گولڈ میڈل دیا۔

(ماہنامہ خالد ربوہ، اگست ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۳۷۔۱۳۸)

عبید اللہ علیم

اردو ادب کے نامور شاعر جن کا شمار دورِ حاضر کے بہترین غزل گو شعراء میں ہوتا ہے۔ان کا پہلا مجموعۂ کلام 'چاند چہرہ ستارہ آنکھیں' ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔جس پر آپ کو اس وقت کا سب سے بڑا آدم جی ادبی انعام دیا گیا۔

ستارہ بروج اکبر:

ربوہ کی ستارہ بروج اکبر دنیا بھر میں ۱۱ سال کی عمر میں او لیول امتحان پاس کرنے والی سب سے کم عمر طالبہ ہیں۔انہوں نے پانچ مضمون بشمول میتھ، فزکس، کیمسٹری اور بیالوجی پاس کئے۔اس کے علاوہ وہ ساڑھے سات میں سے سات نمبر لے کر IELTS پاس کرنے والی پاکستان کی سب سے کم عمر امیدوار بھی ہیں۔

(ڈان، کراچی۔۱۳ اگست ۲۰۱۱ء)

انہیں صدرِ پاکستان کی طرف سے گولڈ میڈل اور وزیرِ اعظم پاکستان کی طرف سے Talented Children's Award دیا گیا۔

اپنے اپنے شعبوں میں اعلیٰ مہارت رکھنے والے چند مشہور نام:

پروفیسر قاضی محمد اسلم

ملک کے سنیئر ترین ماہرین تعلیم میں سے ایک تھے۔گورنمنٹ کالج لاہور اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل رہے۔پنجاب یونیورسٹی میں ۱۵ سال تک اعلیٰ عہدوں پر رہے۔بشمول بانی چیئرمین شعبہ فلسفہ اور تین سال تک پہلے پروفیسر اقبالیات، ۸ سال کراچی یونیورسٹی کے صدر شعبہ فلسفہ رہے۔آپ آل پاکستان فلاسفیکل کانگریس کے سیکرٹری اور صدر رہے۔سائیکلوجی کانگریس کے بانی صدر رہے۔جرمن زبان میں شائع ہونے والے ایک مشہور انسائیکلوپیڈیا کے مضمون نگاروں میں آپ واحد مشرقی فرد تھے۔آپ کا مقالہ ''سائیکلوجی اور اسلام'' کے موضوع پر تھا۔

(بحوالہ ماہنامہ خالد ربوہ، اگست ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۳۶)

جسٹس شیخ بشیر احمد:

آپ ایک نامور ماہر قانون تھے اور پنجاب ہائی کورٹ کے جج رہے۔

پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان:

آپ فزکس کے میدان میں علمی حلقوں میں ایک جانی پہچانی شخصیت تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کے ماہرین تعلیم میں ایک ممتاز فرد تھے۔نیوکلیر فزکس میں پی۔ایچ۔ڈی کرنے کے بعد ۱۹۶۵ء میں آپ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے شعبہ فزکس کے سربراہ مقرر ہوئے۔۱۹۶۹ء میں نئی تعلیمی پالیسی کے بارہ میں حکومتی تجاویز پر نظرِ ثانی کمیٹی کے سیکرٹری رہے۔

(بحوالہ ماہنامہ خالد ربوہ، اگست ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۳۸)

قمر اجنالوی:

آپ برصغیر کے منفرد اور ممتاز شاعر، نامور ادیب، ناول نگار اور بلند پایہ صحافی تھے۔نصف صدی سے زائد عرصہ علم و ادب کی تخلیق میں گزارا۔۳۰ سے زائد مشہور ناول تخلیق کئے۔متعدد کتب پر ایوارڈز ملے۔مشہور اخبارات کے ایڈیٹر رہے۔

(بحوالہ ماہنامہ خالد ربوہ، اگست ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۳۹)

پاکستانی احمدیوں کی عظیم کامیابیاں:

۱۔ اعلیٰ مناصب:

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ:

- باؤنڈری کمیشن میں قائدِ اعظم کے منتخب کردہ مسلم لیگ کے وکیل
- اقوامِ متحدہ میں پہلے پاکستانی وفد کے قائدِ اعظم کے مقرر کردہ سربراہ
- پاکستان کے پہلے سات سال میں قائدِ اعظم کے مقرر کردہ وزیرِ خارجہ
- اقوامِ متحدہ میں دوسرے پاکستانی وفد کے قائدِ اعظم کے آخری دستخط سے مقرر کردہ سربراہ
- عالمی عدالتِ انصاف کے جج اور پھر نائب صدر
- اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندے
- جنرل اسمبلی کے صدر
- عالمی عدالت انصاف کے جج اور پھر صدر

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالسلام صاحب:

- ممبر سائنس کمیشن
- سائنسی مشیرِ اعلیٰ برائے صدرِ پاکستان
- صدر پاکستان ایسوسی ایشن برائے ترقی سائنس
- بانی چیئرمین سپارکو
- ممبر پاکستان اٹامک انرجی کمیشن

ایم ایم احمد صاحب:

- ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن
- مشیر صدرِ پاکستان بعہدہ وزیرِ خزانہ

ڈاکٹر جنرل محمود الحسن :

۔ مشیر سرجری صدرِ پاکستان

ڈاکٹر میجر جنرل نسیم احمد صاحب آئی سرجن :

۔ پاک آرمی میں میجر جنرل کے عہدہ پر پہنچنے والے پہلے ماہرِ امراضِ چشم

کارہائے نمایاں :

☆ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاکستان کی تعمیر و ترقی کے لئے بے مثل راہنمائی

☆ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ :

۔ اقوامِ متحدہ میں مسئلہ فلسطین پر شاندار تقریر

۔ مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے آخری کامیابی کا حصول

۔ اسلامی ممالک تیونس، مراکش، الجزائر اور لیبیا کی آزادی و خودمختاری کے لئے کامیاب کوشش

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالسلام صاحب :

۔ کئی لاکھ ایکڑ زمین کو سیم اور تھور سے برباد ہونے سے بچانے کے لئے امریکی ماہرین بلوانے کی کامیاب کوشش کرنا۔

۔ ۱۹۷۴ء میں لاہور میں منعقدہ پہلی اسلامی کانفرنس میں اسلامک سائنس فاؤنڈیشن کے قیام کی تجویز پیش کرنا

۔ نظریاتی سائنس کا بین الاقوامی مرکز (ICTP) پاکستان میں قائم نہ کرسکنے پر اسے اٹلی میں قائم کرنا اور پاکستان کے ماہرینِ طبیعات کی ایک بڑی تعداد کا اس سے استفادہ کرنا۔

۔ انعامات میں ملنے والی تمام رقوم کو پاکستان اور تیسری دنیا کے ذہین اور ضرورت مند طلباء کی اعلیٰ تعلیم پر خرچ کرنا۔

۔ پاکستانی ایٹم بم ڈیزائن کرنے والی ٹیم کی راہنمائی کرنا

☆ ایم ایم احمد صاحب :

۔ ۱۹۶۰ء کے عشرہ میں بلند ترین شرح قومی پیداوار اور سرمایہ کاری اور کم ترین شرح افراطِ زر کا حصول۔

۔ پاکستان کی اس اعلیٰ معاشی ترقی کا رول ماڈل بننا اور اس کے مطابق کوریا کے افسران کا تربیت پانا۔

اعزازات :

☆ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ :

۔ ۱۹۵۳ء میں شاہ حسین نے اردن کا سب سے اعلیٰ اعزاز 'ستارہ اردن' دیا۔

۔ ۱۹۶۲ء میں شاہ حسن نے مراکش کا سب سے بڑا اعزاز دیا۔

۔ انتقال کی خبر پر اقوامِ متحدہ کے سیکرٹریٹ کا بند کیا جانا اور دوبارہ کھلنے پر پہلے روز پرچم سرنگوں رکھا جانا۔

۔ صدر جنرل اسمبلی اور عالمی عدالتِ انصاف کے صدر ہونے والے دنیا کے واحد فرد

۔ عالمی عدالتِ انصاف کے جج ہونے والے پہلے اور آخری پاکستانی

۔ عالمی عدالتِ انصاف کے صدر ہونے والے پہلے ایشیائی

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالسلام صاحب :

۔ پاکستان کے عظیم ترین سول ایوارڈ نشانِ امتیاز دیا جانا۔

۔ اردن، اٹلی اور وینزویلا کے اعلیٰ نشانات کا دیا جانا۔

۔ ۲۳ ملکوں بشمول امریکہ کی ۳۶ یونیورسٹیوں بشمول کیمبرج اور مسلم علی گڑھ کی طرف سے ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری دیا جانا۔

۔ اسلامی دنیا کے پہلے سائنس دان جنہیں کیمبرج یونیورسٹی میں لیکچرار کا عہدہ ملا۔

۔ ۳۱ سال کی عمر میں امپیریل کالج کا مکمل پروفیسر بننا۔ پہلے مسلمان جنہوں نے یہ اہم عہدہ حاصل کیا۔

۔ دنیا کی کسی بھی علمی شخصیت سے زائد ۲۷۴ سے زیادہ ایوارڈز، اعزازات اور انعامات کا ملنا۔

☆ شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی :

۔ علمی خدمات پر تمغۂ حسن کارکردگی Pride of Performance ملنا۔

☆ قلندر مومند صاحب :

۔ علمی خدمات پر تمغۂ حسن کارکردگی اور پھر ستارۂ پاکستان ملنا۔

☆ ڈاکٹر جنرل محمود الحسن صاحب :

۔ اعلیٰ فوجی خدمات پر ہلال امتیاز، ستارۂ امتیاز اور تمغۂ امتیاز (ملٹری) ملنا۔

☆ ڈاکٹر قاضی محمد بشیر صاحب :

۔ میڈیکل پروفیشن میں نمایاں خدمات پر اعزازی کرنل اور ستارۂ امتیاز ملنا۔

۔ اور آپ کی وفات پر اخبار پاکستان ٹائمز لاہور کا لکھنا :

The chapter of surgery is closed.

☆ ڈاکٹر میجر جنرل نسیم احمد صاحب آئی سرجن :

۔ صدرِ پاکستان کی طرف سے گولڈ میڈل ملنا۔

☆ سائنس دان ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب :

۔ حکومت پاکستان سے ستارۂ خدمت، پاکستان اکیڈمی آف سائنس سے گولڈ میڈل اور پاکستان انجینئرنگ کونسل سے گولڈ میڈل ملنا۔

☆ عبیداللہ علیم

۔ آدم جی ادبی انعام ملنا۔

☆ ستارہ بروج اکبر

۔ صدر پاکستان کی طرف سے گولڈ میڈل اور وزیر اعظم پاکستان کی طرف سے Talented Childern's Award ملنا۔

بلند ترین معیار قائم کرنا

میٹرک کے امتحان میں ۸۰۰ میں سے ۷۶۵ نمبروں کا حصول۔ پنجاب یونیورسٹی کا ایک ایسا ریکارڈ جواب تک کوئی نہ توڑ سکا۔ بی۔اے کے امتحان میں اعلیٰ ترین نمبروں کا حصول جو ایک ریکارڈ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بی۔اے کے امتحان میں تینوں پرچوں میں الگ الگ اعلیٰ معیار قائم کرنا۔ کیمبرج کا تین سالہ آنرز ڈگری امتحان Tripos دو سال میں مکمل کرنا۔

۱۱ سال کی عمر میں او لیول پاس کر کے دنیا بھر میں سب سے کم عمر طالبہ کا اعزاز پانا۔ IELTS پاس کرنے والی پاکستان کی سب سے کم عمر طالبہ کا اعزاز پانا۔

حرفِ آخر

پاکستان کی خدمت کی ان اعلیٰ ترین مثالوں کو قائم کرنے والے احمدیوں سے ہی پاکستان کی شان ہے۔ یہ احمدی ہی پاکستان کا سرمایۂ افتخار، اس کی شناخت اور پہچان ہیں۔ احمدیوں نے ہی پاکستان بنایا اور انہوں نے ہی اسے شان عطا کی۔ اور یہی اُسے مزید چار چاند لگائیں گے۔

پاکستان ہمارا وطن ہے اور آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہمارا اصول حیات ہے کہ

حب الوطن من الایمان (موضوعات کبیر)

ترجمہ: وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔

اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ نصیحت جس طرح ہمارے بزرگوں کے پیش نظر رہی اسی طرح ہمارا بھی نصب العین ہے کہ:

(باقی صفحہ 34)

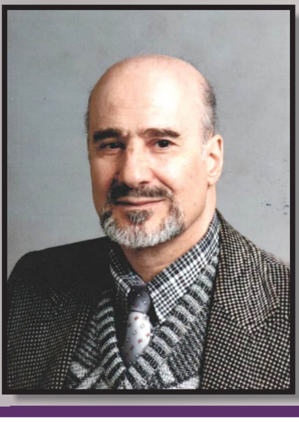

شام سے تعلق رکھنے والے صالح، مخلص، شریف النفس اور جماعت احمدیہ کینیڈا کے فدائی احمدی

مکرم نادر الحصنی صاحب کا مختصر ذکرِ خیر

شام سے تعلق رکھنے والے جماعت احمدیہ کینیڈا کے مخلص اور فدائی احمدی مکرم نادر الحصنی 20 دسمبر 2018ء کو بقضائے الٰہی سڈبری میں 85 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو میں 21 دسمبر 2018ء کو نماز جمعہ کے بعد ان کی دینی خدمات، اخلاص، وفا اور فدائیت کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا۔ اس کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور بریمپٹن میموریل قبرستان میں تدفین کے بعد مکرم امیر صاحب نے ہی دعا کرائی۔ جنازہ اور تدفین میں احباب جماعت نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

28 دسمبر 2018ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ کے اختتام پر فرمایا:

نمازوں کے بعد میں ایک نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا جو مکرم نادر الحصنی صاحب کینیڈا کا ہے جو 20 دسمبر کو 85 سال کی عمر میں بضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن!

مرحوم ایک صالح مخلص اور شریف النفس انسان تھے۔ ان کی مالی قربانیاں بھی معیاری تھیں۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کے پس ماندگان میں اہلیہ اور بیٹا ہیں جو احمدی نہیں ہیں۔ آپ عبد الرؤف الحصنی صاحب کے بیٹے تھے جنہوں نے 1938ء میں اپنے بھائی محترم منیر الحصنی صاحب کے بعد بیعت کی تھی۔ عبد الرؤف صاحب بھی پرہیزگار، خاموش طبع اور تقویٰ شعار انسان تھے۔ جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے شام کا دورہ کیا تو عبد الرؤف الحصنی صاحب کے گھر میں ایک رات کھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ نادر الحصنی صاحب کے اندر بھی اپنے باپ کی خوبیاں موجود تھیں۔ اور اپنے اخلاص و وفا میں اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

امیر صاحب کینیڈا لکھتے ہیں کہ مسجد بیت الاسلام کے بننے کے بعد سے ہر جمعہ کے لئے چار گھنٹے ڈرائیو کر کے باقاعدگی سے مسجد پہنچتے تھے اور اسی روز واپس بھی وہ اپنے گھر سڈبری جاتے تھے۔ آپ سے متعدد بار کہا گیا کہ نماز جمعہ کے بعد آرام کر کے اگلے روز واپس چلے جائیں لیکن آپ ہمیشہ اپنے مخصوص انداز میں کوئی نہ کوئی عذر کر دیتے تھے اور واپس چلے جاتے تھے تا کہ جماعت پر کسی قسم کا بوجھ نہ پڑے۔ یہ طریق آپ نے اپنی آخری بیماری میں بھی جاری رکھا۔ اور سالہا سال مسجد بیت الاسلام کے نماز جمعہ کے مؤذن بھی تھے۔ اذان دینے کا بھی ان کا منفرد انداز اور اسلوب تھا اور عجیب جذبہ رکھتے تھے جسے سننے والوں پر بھی ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

مرحوم کی غیر احمدی اہلیہ سمیہ صاحبہ نے یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم نادر الحصنی صاحب کو اپنی وسیع جنتوں میں جگہ دے۔ وہ اپنے گھر والوں اور جماعت کے لئے بہت سچے اور سیدھے، صاف، دیانتدار اور مخلص انسان تھے۔ ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتے اور اس سے بہت مشفقانہ سلوک کرتے۔ ایک غیر احمدی غریب خاتون کی حسب استطاعت پوشیدہ مدد کرتے تھے۔ جب ہم اسے ملنے جاتے تو مرحوم نادر صاحب پہلے بازار جا کر ضروری اشیا خریدتے۔ پھر ان کے گھر جاتے اور وفات سے قبل تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ کہتی ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں ان جیسا بیماری پر صبر کرنے والا انسان نہیں دیکھا۔ ہر وقت الحمدللہ کے الفاظ زبان پر رہتے تھے۔ خشیت اللہ سے لبریز دل کے ساتھ خدا تعالیٰ سے مناجات کرتے۔ پنج وقتہ نماز اور تہجد پابندی سے ادا کرتے۔ ان کا ہر جاننے والا ان کے نیک مزاج کا معترف ہے۔

معتز قزق صاحب کینیڈا سے لکھتے ہیں کہ سیریا میں قیام کے دوران نادر الحصنی صاحب کے بارہ میں سنا تھا۔ حصنی فیملی جماعت سے اخلاص اور خلافت سے وابستہ ہونے کی وجہ سے معروف ہے۔ کینیڈا پہنچنے کے بعد میری مکرم نادر الحصنی صاحب کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ آپ بہت نیک طبع اور ہنس مکھ انسان تھے۔ ان کے ساتھ گفتگو کے دوران میں ان کی خلافت سے محبت اور مسجد میں دوستوں سے ملاقات کے شوق سے بہت متاثر ہوا۔ کہتے ہیں ان کی نمازوں کی پابندی ہم سب کے لئے مثال تھی۔ جس سے ہمیں سبق سیکھنا چاہئے۔ کہتے ہیں کہ ان کی وفات کے بعد ان کی اہلیہ اور بیٹا ٹورانٹو آئے اور خاکسار کو جماعتی نظام کے تحت ان کی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ ان کے کفن دفن میں مدد کی توفیق ملی۔ ان کی اہلیہ نے مجھے بتایا کہ ہمارے علاقہ میں تین مساجد ہیں اور یہ سب مسلمانوں کی مسجدیں ہیں۔ سب نے مجھ سے مرحوم کے جنازہ وغیرہ کے بارہ میں پوچھا۔ لیکن میں نے انہیں جواب دیا (یہ غیر احمدی ہیں) کہ مرحوم کا جنازہ اسی مسجد سے اٹھے گا جہاں وہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر قزق صاحب کہتے ہیں کہ مرحوم کا تابوت قبر میں اتار رہا تھا تو اپنے چچا مکرم الحاج سامی قزق صاحب کی ایک بات یاد کر کے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ قزق صاحب کے چچا جب فوت ہوئے، تو کہتے ہیں کہ میں مرض الموت میں ان کے قریب تھا۔ انہوں نے ایک دن روتے ہوئے مجھے کہا کہ سیدی حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کو اطلاع کر دو کہ مجھے ان سے محبت ہے اور میں آخری دم تک خلافت کا فرمانبردار رہوں گا۔ میرا خیال ہے ان کی وفات غالباً خلافت ثالثہ میں ہوئی ہوگی۔ بہرحال جب بھی تھی یہ ان کے الفاظ تھے۔

مرحوم نادر صاحب کے بارہ میں قزق صاحب لکھتے ہیں مرحوم نادر صاحب کے بارہ میں بھی میرا یہی تأثر ہے۔ آپ بھی خلافت کے ساتھ بہت اخلاص اور محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آتا ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ ج فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ زصلے وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا o (سورۃ احزاب 24:33)

اور پھر قزق صاحب یہ کہتے ہیں کہ مرحوم کی خلفاء کے ساتھ بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ 1955ء میں سیریا تشریف لے گئے تو ان کو حضورؓ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ اور 3 مئی 1955ء کو سیریا کے احمدیوں کے ساتھ وہاں مجلس ہوئی۔ کہتے ہیں اس مجلس میں حضرت مصلح موعودؓ نے عربی میں ہی باتیں کیں اور اس تاریخی نشست کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ نشست جو ہے، یہ مجلس جو آج جمی ہے یہ تاریخی ہے اس لئے کہ آج سے نصف صدی سے زائد عرصہ قبل جب کہ آپ حضرات میں سے کئی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف وحی

کی تھی کہ یدعون لک ابدال الشام و عباد اللہ من العرب (تذکرہ،صفحہ 100) کہ ابدال شام اور عربوں میں سے اللہ کے نیک بندے تیرے لئے دعائیں کریں گے۔اور آج آپ کی موجودگی سے (حضرت مصلح موعودؓ ان سیرین (Sy rian) احمدیوں سے یہ کہہ رہے تھے کہ آپ کی موجودگی سے) خدا کی یہ بات پوری ہوگئی۔

اس سفر کے موقع پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکرم نادر الحصنی صاحب کی بعض یادگار تصویریں بھی ان کے پاس ہیں۔

ان کے بھانجے عمار المسکی صاحب جو یہاں تبشیر لندن میں ہیں،لندن میں ہی رہتے ہیں۔یہ کہتے ہیں کہ آپ کا چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحبؓ کے ساتھ بہت قریبی تعلق تھا۔مرحوم نے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحبؓ کی ایک کتاب کا عربی ترجمہ بھی کیا تھا۔ جماعت کے ساتھ آپ کا بہت مضبوط تعلق تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے بارہ میں کوئی ناروا بات برداشت نہیں کرتے تھے۔ایک دفعہ آپ اپنے دو بھائیوں کے ساتھ کسی غیر احمدی کے ہاں تعزیت کے لئے گئے۔ وہاں پر سیریا کے ایک معروف عالم شیخ البانی بھی اپنے کئی شاگردوں کے ہمراہ موجود تھے جن کو مرحوم نادر الحصنی صاحب اور ان کے بھائیوں کے احمدی ہونے کا پتہ تھا۔ اس پر ان لوگوں نے احمدیوں اور دیگر مولویوں کے درمیان اختلافی امور کا ذکر کرنا شروع کر دیا۔جب ان میں سے ایک نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں نازیبا الفاظ استعمال کئے تو میرے ماموں مرحوم نادر الحصنی صاحب جوش سے کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ اگر تم میں سے کسی میں ہمت ہے تو میرے ساتھ مناظرہ کر لو حالانکہ یہ تین بھائی تھے اور شیخ البانی صاحب کے ساتھیوں کی تعداد پندرہ سے زائد تھی۔ان میں سے کسی ایک کو اس بات کی جرأت نہیں ہوئی کہ مناظرہ کرے بلکہ مناظرہ کی بجائے انہوں نے جھگڑا کرنا شروع کر دیا اور آپ تینوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن تعزیت پر آئے ہوئے دیگر لوگوں نے بیچ بچا کرا دیا۔اپنی پڑھائی کے دوران (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کا پیغام پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد Mechanical Engineering پڑھنے کے لئے امریکہ چلے گئے۔ آخری سال کے دوران یہودیوں کے ایک فرقہ سے عقائد پر بحث شروع ہوگئی۔ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی تو انہوں نے ،مخالف لوگوں نے ، پرنسپل صاحب کو جا کر کہا کہ اس کو کالج سے نکال دیں ورنہ ہم اس پر ایسا الزام لگائیں گے کہ یہ پڑھائی مکمل نہیں کر سکے گا۔بہر حال پھر پرنسپل کے کہنے پر مرحوم نے خود ہی اپنا کالج تبدیل کر لیا۔اور امریکہ چھوڑ کر کینیڈا آ گئے۔آپ کی ساری توجہ کا مرکز حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی کتب رہتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب اپنی آواز میں پڑھ کر ریکارڈ کروائیں۔اردو زبان سیکھنے کی بھی کوشش کر رہے تھے۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی شعروں کا عربی شعروں میں ترجمہ بھی کرتے تھے۔اپنی عربی اور انگریزی زبان کی ساری صلاحیت تراجم کے کام میں صرف کی۔

Five Volume English Commentary (پانچ جلدوں میں انگلش کمنٹری) کی پہلی جلد کا عربی میں ترجمہ کرنے والی ٹیم میں بھی آپ شامل تھے۔اسلام کے مخالفین کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے آپ نے عربی زبان میں بعض کتب بھی لکھی ہیں۔

جن میں سے ایک کتاب کا عنوان ہے ”رسولِ اعظم محمد ﷺ کی بعثت کے متعلق سابقہ پیشگوئیاں“۔اسلامی کتب پر مشتمل ان کی ایک بڑی ذاتی لائبریری بھی تھی جس کے بارہ میں انہوں نے وصیت کر رکھی تھی کہ میری وفات کے بعد یہ جماعت کے حوالہ کر دی جائے۔

(باقی صفحہ 34)

1955ء میں BaalbeK Traces،لبنان میں حضرت مصلح موعودؓ شامی احمدیوں کے ساتھ

دائیں سے بائیں: نادر الحصنی ،علاء الدین النویلاتی ،حضرت مصلح موعودؓ،استاذ منیر الحصنی
حضورؓ کے پیچھے کھڑے دائیں سے بائیں: محمد الشوا،حمدی الزکی
حضورؓ کے سامنے کھڑے دائیں سے بائیں: سعید القبانی،محمد خیر الحصنی ،سلیم الجابی ،زکریا الشوا

انٹرنیشنل ایئر پورٹ بیروت پر حضرت مصلح موعودؓ شامی اور لبنانی احمدیوں اور بعض دیگر احباب کے ساتھ

مکرم مولانا شیخ نور احمد منیر، حضورؓ، استاذ منیر الحصنی اور حضرت مصلح موعودؓ کے پیچھے دائرہ میں نادر الحصنی اور بعض دیگر احباب

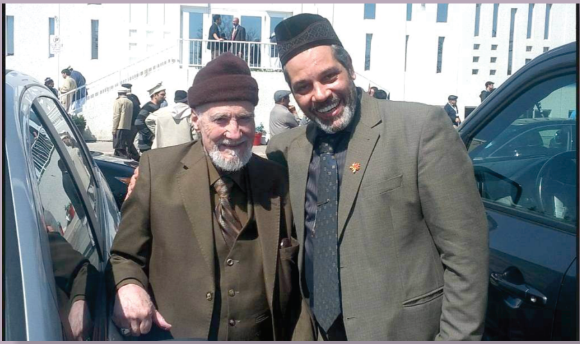

تصاویر بشکریہ معتز قزق استاذ جامعہ احمدیہ کینیڈا

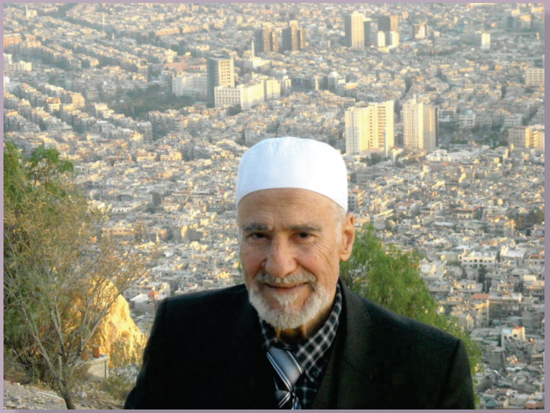

مکرم نادر الحصنی صاحب

بقیہ از بیرسٹر چوہدری اعتزاز احسن کے ایک انٹرویو پر تبصرہ

جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے تو اس قسم کا ہیجان 6 اگست کی کارروائی کے دوران اُس وقت پیدا ہوا تھا جب قومی اسمبلی میں کچھ فتاویٰ پڑھے گئے جن میں مختلف فرقوں کے علماء نے ایک دوسرے کو کافر قرار دیا تھا۔ چونکہ اس وقت پاکستان نازک حالات سے گذر رہا ہے، اس لئے اُن فتووں کے تفاصیل بیان کرنا مناسب نہیں ہو گا۔ لیکن یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مفتی محمود صاحب اُن فتاویٰ کو بار بار سامنے آنے سے روکنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس صورتِ حال سے گھبرا کر کہا:

''مسلمانوں کے فرقوں کے درمیان جو تکفیر کا مسئلہ تھا وہ (یعنی امام جماعتِ احمدیہ) ساری عبارتیں پڑھتا گیا۔ وہ بالکل سوال سے متعلق بات نہیں تھی۔ تو وہ جو سوال سے بالکل غیر متعلق کوئی بات کہتے ہیں تو اس کو کم از روکنا چاہئے۔ ...'' (کارروائی صفحہ 253)

لیکن اس موضوع پر بات خطرناک ہو سکتی تھی۔ اس لئے سپیکر صاحب نے انہیں بات مکمل نہیں کرنے دی۔ اور جو کچھ انہوں نے کہا اُس سے صرف اُن کی بے بسی ظاہر ہوتی تھی۔

انہوں نے کہا:

''میں کیا کروں جی؟ ... اُن کو روکیں نہ جی۔''

(کاروائی صفحہ 255)

☆ ایک ممبر غلام رسول تارڑ صاحب نے کہا:

''جنابِ اٹارنی جنرل صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جو فتوے پڑھے گئے ہیں۔ مرزا صاحب نے پڑھے ہیں فتوے اُن کی تردید علماء دین نے جو کی ہوئی ہے وہ اگر کسی اِن ممبران یا مولانا صاحب کے پاس ہو تو اُن کی بابت چونکہ تسلی کرنی چاہئے، اگر تردید ہے تو یہاں جو بیان ہوا ہے اُس کا اثر کچھ اچھا نہیں ہو گا۔ ...'' (کارروائی، صفحہ 257)

یقینی طور پر اعتزاز احسن صاحب کے علم میں ہوگا کہ یہ کارروائی کئی سال سے شائع ہو چکی ہے۔ اس اشاعت میں درج جوابات تو اس دعوے کی تردید کر رہے ہیں جو کہ انہوں نے اپنے انٹرویو میں بیان کی ہے۔ اور جیسا کہ حوالے پیش کئے گئے ہیں بالکل برعکس منظر پیش کر رہے ہیں۔ کم از کم ذمہ داری کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اعتزاز احسن صاحب زبانی گفتگو کا حوالہ دینے کی بجائے اس اشاعت کا حوالہ دیتے۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار صاحب نے اپنی پارٹی کے ساتھیوں کے سامنے جو دعوے پیش کئے تھے، وہ غلط تھے۔ پڑھنے والوں کے سامنے ایک سوال رکھ کر خاکسار یہ گذارشات ختم کرتا ہے۔ آخر یحییٰ بختیار صاحب اِس بات پر کیوں مجبور ہوئے کہ وہ اِس کارروائی کے بارہ میں غلط بیانی سے کام لیں؟

بقیہ از احمدیوں سے پاکستان کی شان

''تمہیں اپنے ملک کی عزت اور ساکھ دنیا میں قائم کرنی ہوگی۔ تمہیں اپنے وطن کو دنیا میں روشناس کرانا ہوگا۔ ملکوں کی عزت کو قائم رکھنا بھی ایک دشوار کام ہے لیکن ان کی عزت کو بنانا اس سے بھی زیادہ دشوار کام ہے اور یہی دشوار کام تمہارے ذمہ ڈالا گیا ہے۔ ... تم نے ملک بھی بنانا ہے اور تم نے نئی روایتیں بھی قائم کرنی ہیں۔ ایسی روایتیں جن پر عزت اور کامیابی کے ساتھ آنے والی بہت سی نسلیں کام کرتی چلی جائیں۔''

(مشعلِ راہ، جلد اول، صفحہ ۵۶۱۔ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان، ربوہ۔ طبع دوم)

پس حالات خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔ محنت، جذبہ، اعلیٰ اخلاقی اقدار اور دعائیں ہمارے اختیار میں ہیں۔ اس زادِ راہ سے انجام کار کامیابی بھی ہماری ہے۔

اللہ ہم سب کو اپنے وطن سے محبت اور اس کی بہترین خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ از مکرم نادر الحصنی صاحب

عبد القادر عودہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ نے جماعت کے متعلق بعض کتب بھی تحریر کیں۔ پھر ان کتب کی ذاتی خرچ سے اشاعت بھی کروائی۔ جماعت اور خلافت سے بہت محبت کرنے والے مخلص انسان تھے۔ چندوں کی اہمیت کو لوگوں پر واضح کیا کرتے تھے۔

عبد الرزاق فراز صاحب مربی سلسلہ ہیں اور جامعہ کینیڈا کے استاد بھی ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ بڑے صابر اور شاکر تھے۔ آپ آخری چند سال اپنی بیماری کی وجہ سے خوراک منہ سے نہیں لے سکتے تھے بلکہ مشین کے ذریعہ سے معدہ میں خوراک دی جاتی تھی۔ آپ اس حالت میں بھی طبیعت بہتر ہونے پر سفر کر کے جمعہ کے لئے مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔ سیریا میں حالات خراب ہونے پر جب احمدی کینیڈا آئے تو آپ ان سے انتہائی پیار اور خوشی سے ملتے اور جماعت کے ساتھ جڑے رہنے کی تلقین کرتے اور فرماتے تھے کہ اس ملک میں اپنی اولاد کو بچانے کا واحد ذریعہ جماعت اور مسجد سے جڑے رہنا ہی ہے۔

مصلح الدین شنبور صاحب کینیڈا میں مربی ہیں۔ کہتے ہیں کہ نادر الحصنی صاحب خلیفۂ وقت کے خطبات جمعہ سن کر انہیں پرنٹ کیا کرتے تھے اور دوبارہ پڑھتے تھے اور پھر انہیں ایک فائل میں محفوظ کرتے تھے۔ گھر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب اور مصلح موعودؓ کی تفسیر کبیر کی دس جلدوں کا عربی ترجمہ اپنی آواز میں ریکارڈ کر کے محفوظ کیا اور جمعہ کے لئے آتے جاتے وقت انہیں سنا کرتے تھے یا کبھی تلاوت سنتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے درس قرآن کا عربی ترجمہ ایم ٹی اے پر نشر ہونا شروع ہوا تو اس کی بھی ریکارڈنگ شروع کی اور اپنے پاس محفوظ رکھی۔ کہتے ہیں کہ میں کئی دفعہ ان کے گھر گیا ہوں۔ جب بھی وہاں ٹھہرتا تھا ہر روز فجر سے ڈیڑھ یا دو گھنٹے پہلے خاکسا تہجد کے وقت رونے اور گڑگڑانے کی آواز سنتا تھا اور اگر وہ ٹی وی کبھی دیکھتے تھے تو صرف ایم ٹی اے دیکھا کرتے تھے یا کبھی خبریں دیکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کا ایم ٹی اے خراب ہو گیا تو انہوں نے فوری طور پر پیغام بھجوایا کہ آ کے میرا ایم ٹی اے ٹھیک کریں کیونکہ اس کے بغیر گزارہ مشکل ہے۔ شنبور صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ دعا نماز میں پڑھا کرتے تھے **اللھم اتمم علینا نعمت الخلافہ**۔ کہ یا اللہ ہمیں خلافتوں کی برکتوں سے بہترین فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرما۔ اور جب بھی اس دعا کو پڑھتے تھے تو رونے لگتے تھے۔ (شنبور صاحب) کہتے ہیں یہ واقعہ میرے سامنے کئی مرتبہ پیش آیا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم مغفور کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بیٹے اور اہلیہ کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آنے والے بن جائیں اور ان کی، ان کے لئے جو دعائیں ہیں وہ ساری قبول ہوں۔'' (آمین)

اس ذکر خیر کے بعد حضور انور نے نماز جمعہ کے بعد مکرم نادر الحصنی صاحب کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 18 جنوری 2019ء، صفحہ 8-9)

اعلانات

احباب جماعت سے گزارش ہے کہ گزٹ میں شائع کروانے کے لئے اعلانات جلد از جلد لکھ کر بھجوایا کریں۔ نیز اعلانات مختصر مگر جامع اور مکمل ہوں۔ براہ کرم اپنا مکمل پتہ اور ٹیلی فون یا سیل نمبر ضرور لکھیں

تقریباتِ شادی خانہ آبادی

☆ اللہ تعالیٰ کے فضل سے محترمہ صبیحہ صدف بھٹی صاحبہ بنت مکرم سلطان احمد بھٹی صاحب میپل کا نکاح مکرم طیب اقبال صاحب ابن مکرم محمد اقبال عابد صاحب پرنسپل مدرسۃ الظفر وقف جدید ربوہ سے بعوض بارہ ہزار کینیڈین ڈالر ($12,000) حق مہر پر تجویز ہوا۔ اور 20 جولائی 2018ء کو مکرم مولانا مبارک احمد نذیر صاحب مشنری جماعت احمدیہ کینیڈا نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو میں نماز جمعہ کے بعد اس نکاح کا اعلان فرمایا اور رشتہ کی کامیابی کے لئے دعا کرائی۔

19 دسمبر 2018ء کو مکرم سلطان احمد بھٹی صاحب نے اپنی صاحبزادی محترمہ صبیحہ صدف بھٹی صاحبہ کی تقریب رخصتانہ کا اہتمام Chateau Le Jardin بنکوٹ ہال میں کیا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعائیہ اشعار خوش الحانی سے پڑھے گئے۔ مکرم مولانا مرزا محمد افضل صاحب مربی پیس ویلج نے اس رشتہ کی کامیابی کے لئے دعا کرائی اور اس کے بعد مہمانوں کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

شادی کی تقریب کے لئے دلہا مکرم طیب اقبال صاحب فن لینڈ سے آئے تھے۔ اور ان کے والد محترم محمد اقبال عابد صاحب ربوہ اس تقریب میں شامل نہیں ہو سکے۔ اس لئے ان کے تایا مکرم محمد رشید بھٹی صاحب، چچا مکرم محمد شفیق قیصر صاحب احمدیہ ابوڈ آف پیس اور دولہا کے والد محترم کے دیرینہ دوست مکرم مرزا نسیم بیگ صاحب بریمپٹن نے ولیمہ کی تقریب کا اہتمام مورخہ 20 دسمبر 2018ء کو کنونشن سینٹر گیٹ وے کے وسیع ہال میں کیا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد مکرم مولانا ہادی علی چوہدری صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کرائی اور دعا کے بعد مہمانوں کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

باوجود شدید سردی کے کینیڈا کے مختلف شہروں نیز امریکہ سے دوست احباب تشریف لائے۔ اس تقریب میں غیر از جماعت دوستوں اور خاص طور پر مکرم دیپک آنند ممبر پارلیمنٹ، نیشنل عاملہ جماعت احمدیہ کینیڈا کے بعض اراکین اور نائب امراء کینیڈا نے شمولیت کی۔

☆ 03 جنوری 2019ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے لاہور کے شہید مکرم مبارک احمد اعوان صاحب کی صاحبزادی محترمہ رابعہ مبارک صاحبہ کی تقریب رخصتانہ کا اہتمام بیلہ بنکوٹ ہال میں ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور دعائیہ منظوم کے بعد مکرم نصیر احمد خان صاحب نیشنل سیکرٹری ضیافت جماعت احمدیہ کینیڈا نے اس رشتہ کی کامیابی کے لئے دعا کرائی۔ بعد ازاں مہمانوں کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

04 جنوری 2019ء کو مکرم طاہر احمد صاحب ابن مکرم رشید احمد انجم صاحب کی تقریب ولیمہ کا اہتمام اسی بنکوٹ ہال میں ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد مکرم میاں محمد سلیم صاحب بیت الاسلام مشن ہاؤس نے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کرائی اور دعا کے بعد مہمانوں کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ان رشتوں کو ان کے خاندانوں اور جماعت کے لئے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور انہیں مثمر بثمرات حسنہ بنائے۔ آمین

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم وقار احمد صاحب اور محترمہ عطیہ ستار صاحبہ بریمپٹن کو 15 نومبر 2018ء کو آٹھ سال بعد تیسرے بیٹے سے نوازا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت نومولود کا نام "عفان احمد" عطا فرمایا ہے۔ عزیزم عفان سلمہ، مکرم چوہدری شریف احمد کلو صاحب اور محترمہ مجیدہ بیگم صاحبہ مرحومہ، پیس ویلج ویسٹ کا پوتا اور مکرم عبدالستار وینس صاحب اور محترمہ ثریا بیگم صاحبہ مرحومہ گوجرانوالہ کا نواسہ ہے۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کی عمر دراز کرے، خادم دین اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے نیز دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔ آمین۔

ادارہ ان خوشیوں اور مسرتوں کے مواقع پر ان خاندانوں کے تمام افراد کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔

دعائے مغفرت

نماز جنازہ حاضر

☆ مکرم نصیر احمد زاہد صاحب

27 دسمبر 2018ء کو مکرم نصیر احمد زاہد صاحب بریمپٹن 74 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ 28 دسمبر 2018ء کو مسجد بیت الحمد مسی ساگا میں نماز جمعہ کے بعد مکرم مولانا صادق احمد صاحب مربی مسی ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 29 دسمبر 2018ء کو بریمپٹن میموریل قبرستان میں تدفین کے بعد مکرم مولانا حافظ عطاء الوہاب صاحب مربی بریمپٹن نے دعا کرائی۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ نہایت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ جماعت احمدیہ دوبئی میں نائب امیر تھے۔ نظام جماعت اور خلافت سے گہرا تعلق تھا۔ مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ راشدہ منصورہ زاہد صاحبہ، ایک بیٹا مکرم فہیم الدین احمد صاحب، تین بیٹیاں محترمہ زرفشان عاصم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد عاصم صاحب، محترمہ ثروت زاہد صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالہادی صاحب، محترمہ عائشہ زاہد صاحبہ اہلیہ مکرم عمران خاں صاحب جرمنی اور ایک بھائی مکرم ملک نذیر احمد صاحب پاکستان یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ عزیزہ ماہرہ خاں

06 جنوری 2019ء کو عزیزہ ماہرہ خاں بریمپٹن 6 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ 08 جنوری 2019ء کو مسجد بیت الاسلام میں نماز عشاء کے بعد مکرم مولانا مرزا محمد افضل صاحب مربی پیس ویلج نے اس معصوم بچی کی نماز جنازہ سے قبل معصوم اور چھوٹی عمر کے بچوں کی وفات کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کی اور اس کی تشریح کی جس سے ایسے والدین کو صبر جمیل کی توفیق ملتی ہے۔ اس تعارف کے بعد عزیزہ ماہرہ خاں کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اگلے روز 09 جنوری نیشنل قبرستان میں تدفین کے بعد مکرم مولانا حافظ عطاء الوہاب صاحب مربی بریمپٹن نے دعا کرائی۔ شدید سردی کے باوجود جنازہ اور تدفین کے مواقع پر کثیر تعداد میں احباب نے شرکت کی۔ اس معصوم بچی کو گھر میں سب ہی بہت پیار کرتے تھے۔ مرحومہ جماعت احمدیہ کے مشہور محقق اور مؤرخ پیام شاہ جہان پوری صاحب مرحوم کی پڑ پوتی اور جماعت احمدیہ بھیرہ کے سابق امیر اور جامعہ احمدیہ ربوہ کے پروفیسر مکرم چوہدری محمد یوسف صاحب مرحوم کی پڑنواسی تھی۔

آپ نے پسماندگان میں مکرم فیضان خاں صاحب والد، محترمہ ساجدہ طارق صاحبہ والدہ، مکرم محمد طارق شبلی صاحب مقامی امیر پیس ویلج نانا اور کئی اعزہ و اقارب ٹورانٹو میں یادگار چھوڑے

ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں نعم البدل عطا فرمائے۔

☆ مکرم خالد کریم صاحب

11 جنوری 2019ء کو مکرم خالد کریم صاحب ویسٹن نارتھ 50 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

13 جنوری 2019ء کو مسجد بیت الاسلام میں نماز ظہر کے بعد مکرم مولانا ہادی علی چوہدری صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

14 جنوری 2019ء کو نیشنل قبرستان میں تدفین کے بعد مکرم انصر رضا صاحب واقف زندگی ویسٹن نے دعا کرائی۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔نہایت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔مکرم کریم احمد جنجوعہ صاحب مرحوم کے بیٹے اور ماسٹر ضیاء الدین ارشد صاحب شہید کے پوتے تھے۔ مرحوم کے والد محترم جماعت احمدیہ کینیڈا میں مختلف حیثیتوں سے خدمات بجالاتے رہے۔

مرحوم نے پسماندگان میں ایک بیٹا مکرم زین خالد صاحب، ایک بیٹی محترمہ نایاب خالد صاحبہ، کیلگری ساؤتھ، دو بھائی مکرم طارق کریم جنجوعہ صاحب میپل ،مکرم اسامہ کریم صاحب ٹورانٹو اور پانچ بہنیں محترمہ ثمین کریم صاحبہ، محترمہ درشہوار کریم صاحبہ، محترمہ درمنصور صاحبہ، محترمہ سعدیہ کریم صاحبہ اور محترمہ نادیہ کریم صاحبہ پاکستان یادگار چھوڑی ہیں۔

مکرم مولانا ہادی علی چوہدری صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا مرحوم کے ماموں زاد بھائی تھے۔مرحوم کے اور بھی اعزہ واقارب کینیڈا میں مقیم ہیں۔

☆ مکرم عبدالمنان قریشی صاحب

13 جنوری 2019ء کو مکرم عبدالمنان قریشی صاحب ونڈسر میں 86 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

18 جنوری 2019ء کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں نماز جمعہ کے بعد مکرم فرحان حمزہ قریشی صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا نے اپنے دادا جان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اس کے فوراً بعد بریمپٹن میموریل قبرستان میں تدفین ہوئی اور ملک لال خاں امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے ان کی مغفرت کے لئے دعا کرائی۔

شدید سردی کے باوجود دور دراز شہروں نیز لندن یوکے، امریکہ سے آئے ہوئے اعزہ واقارب اور کثیر تعداد میں احباب جماعت نے تجہیز وتکفین میں شرکت کی۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت مرزا غلام اللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے تھے۔ جماعت احمدیہ کینیڈا کے ابتدائی لوگوں میں سے تھے اور جماعت احمدیہ مانٹریال کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔نہایت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔خلیق، ملنسار، خوش مزاج، ہنس مکھ، نیک صالح انسان تھے۔نظام جماعت اور خلافت سے گہری قلبی وابستگی تھی۔مرحوم نے اپنے بچوں کی اعلیٰ تربیت کی سب ہی جماعت سے وابستہ ہیں۔

مکرم عبدالماجد قریشی صاحب لمبا عرصہ سے جماعت کی خدمت کر رہے ہیں اور احمدیہ فیونرل ہوم کے نگران اعلیٰ ہیں۔دوسرے صاحبزادے مکرم عبدالرزاق قریشی ہیلی فیکس کے صدر جماعت ہیں۔مکرم فرحان حمزہ قریشی صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا، مرحوم کے پوتے ہیں۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ خدیجہ ناہید قریشی صاحبہ، چار بیٹے مکرم عبدالباسط (پاشا) قریشی صاحب ونڈسر، مکرم عبدالماجد قریشی صاحب مسس ساگا، مکرم عبدالرزاق قریشی صاحب ہیلی فیکس، مکرم عبدالحلیم قریشی صاحب بریمپٹن، تین بیٹیاں محترمہ ناصرہ مرزا صاحبہ، محترمہ ساجدہ (مونا) بخاری صاحبہ اووک ول، محترمہ منزہ قریشی صاحبہ کیلگری، ایک بھائی مکرم مبارک احمد قریشی صاحب ملٹن اور دو بہنیں محترمہ بشریٰ صدیقہ تاثیر صاحبہ ملٹن، محترمہ امۃ الباسط بٹ صاحبہ اووک ول یادگار چھوڑی ہیں۔مرحوم کے اور بھی اعزہ واقارب کینیڈا میں مقیم ہیں۔

نماز جنازہ غائب

28 دسمبر 2018ء کو مسجد بیت الاسلام میں نماز جمعہ کے بعد مکرم مولانا مرزا محمد افضل صاحب مربی پیس ولیج نے درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

☆ مکرم مرزا نصیر احمد صاحب

26 نومبر 2018ء کو مکرم مرزا نصیر احمد صاحب کیلیفورنیا امریکہ، 82 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مرزا عطاء اللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے تھے۔اور پنجابی کے مشہور شاعر حضرت مرزا بابا ہدایت اللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے۔مرحوم نیک، صالح، مہمان نواز، خلیق، ملنسار اور دعا گو بزرگ تھے۔نظام جماعت اور خلافت سے گہرا تعلق تھا۔

آپ نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ عذرا ناصر مرزا صاحبہ، ایک بیٹا مکرم فصیح احمد مرزا صاحب اور دو بیٹیاں محترمہ سمیرا اظہر صاحبہ اہلیہ مکرم اظہر احمد صاحب اور محترمہ عظمیٰ شوکت صاحبہ اہلیہ مکرم شوکت مرزا صاحب لاس اینجلس امریکہ یادگار چھوڑی ہیں۔

مرحوم، مکرم مرزا منور احمد صاحب مارکھم کے چچا تھے۔ان کے اور بھی اعزہ واقارب ٹورانٹو میں مقیم ہیں۔

☆ مکرم محمود احمد صاحب

5 دسمبر 2018ء کو مکرم محمود احمد صاحب، لندن یوکے 84 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

مرحوم، مکرم ناصر احمد صاحب وان ساؤتھ، محترمہ نعیم رشید صاحبہ وان نارتھ اور محترمہ امۃ القیوم صاحبہ وینکوور کے بھائی تھے۔

☆ مکرم نصیر احمد خاں صاحب

26 دسمبر 2018ء کو مکرم نصیر احمد خاں صاحب افغانستان میں 94 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

مرحوم، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کے باڈی گارڈ مکرم خان میر خان صاحب مرحوم کے بیٹے، مکرم عبدالستار خاں صاحب ونڈسر اور محترمہ امۃ الرزاق صاحبہ اہلیہ سید منیر احمد شاہ صاحب پیس ولیج کے بڑے بھائی تھے۔

ادارہ ان مرحومین کے تمام ورثاء سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا مرحومین کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، ان کے تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور اپنے خاندان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

’’ربوہ ٹائمز‘‘ کا جماعت احمدیہ سے تعلق نہیں ہے

مکرم ایڈیشنل وکیل التبشیر صاحب لندن تحریر فرماتے ہیں:

احباب کرام مطلع رہیں کہ ڈیجیٹل میڈیا پبلی کیشن ’’ربوہ ٹائمز‘‘ (Rabwah Times) کا جماعت احمدیہ سے تعلق نہیں ہے۔ براہ کرم اس کی طرف سے جاری ہونے والی کسی بھی خبر، مضمون، تبصرہ یا رائے کو جماعت احمدیہ کی طرف سے متصور نہ کیا جائے۔